لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

آج بھی یہی کہا جا رہا ہے

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا.

اور جب اُنھیں ہماری کھلی ہوئی نشانیاں سُنائی جاتی ہیں تو جو لوگ کافر ہیں وہ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ (ہم) دونوں فریقوں میں مکان کس کا بہتر ہے اور مجلس کس کی بہتر ہے۔

اور اسی سے ظاہر ہے کہ ہم دونوں میں حق پر کون ہے؟ یہ جاہلی استدلال آج جس زور و شور سے پیش کیا جا رہا ہے، پیشتر شاید کبھی نہ ہوا ہو۔ صرف اہل باطل ہی نہیں، بلکہ ان سے مرعوب بہت سے مسلمان بھی مسیحی قوموں، مشرک قوموں، لامذہب قوموں کی مثالیں پیش کر کر کے، پکار پکار کر مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو، ان کی دولت، حکومت، عظمت، جاہ و ثروت دیکھو۔ ان کی اقبال مندی پر نظر کرو۔ اور تم اگر اپنی ترقی اور رفاہ (کامیابی) چاہتے ہو تو اُنھیں کے طریقے اختیار کرو۔ اُنھیں کی روش پر چلو۔ اور وہی کرو جو یہ "ترقی یافتہ"، "اقبال مند" قومیں کر رہی ہیں (گویا)، "ترقی" و "فلاح" نام ہی انھیں دنیا پرست قوموں کی تقلید کا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ
(تفسیر ماجدی ج، اول)

فی شمارہ ۵ روپے
سالانہ سو روپے
۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020
FORTNIGHTLY
Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226 007 (India)
Rs.5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی —
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS CHOWK, LUCKNOW-3
SHOP. 241176
RES. 268898
خط و کتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبد الرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

مئو کے نورانی تیل کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY دیکھ کر خریدیں
نورانی تیل
درد۔ زخم۔ چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزن لینس، فینسی اور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
— ایک بار خدمت کا موقع دیں —
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

۲۹۴۴
۱۳۴۷۸۹ ۶/۱۲/۹۶

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ | شمارہ نمبر ۲۱

:- زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظر ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد الرزاق حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گزارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ — منیجر

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز فیجرس ٹریننگ کالج جازان السعودیہ
ترجمہ: شمس الحق ندوی

عن سعید الطائی ابی البحتری أنہ قال: حدثنی ابو کبشۃ الانماری أنہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول " ثلاث أقسم علیھن وأحدثکم حدیثا فاحفظوہ، قال: ما نقص مال عبد من صدقۃ، ولا ظلم عبد مظلمۃ صبر علیھا إلا زادہ اللّٰہ عزا، ولا فتح عبد باب مسألۃ إلا فتح اللّٰہ علیہ باب فقر، او کلمۃ نحوھا وأحدثکم حدیثا فاحفظوہ فقال: إنما الدنیا لأربعۃ نفر؛ عبد رزقہ اللّٰہ مالا وعلما فھو یتقی ربہ فیہ ویصل بہ رحمہ ویعلم للّٰہ فیہ حقا فھذا بأفضل المنازل، وعبد رزقہ علما ولم یرزقہ مالا فھو صادق النیۃ یقول: لو أن لی مالا لعملت فیہ عمل فلان فھو بنیتہ فأجرھما سواء، وعبد رزقہ اللّٰہ مالا ولم یرزقہ علما یخبط فی مالہ بغیر علم لا یتقی فیہ ربہ ولا یصل رحمہ ولا یعلم للّٰہ فیہ حقا فھو بأخبث المنازل، وعبد لم یرزقہ اللّٰہ مالا ولا علما فھو یقول: لو أن لی مالا لعملت فیہ بعمل فلان فھو بنیتہ فوزرھما سواء"

سعید طائی ابو بختری سے مروی ہے انھوں نے کہا۔ مجھ سے ابو کبشہ انماری نے بیان کیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں میں تم سے ایک بات بیان کر رہا ہوں اس کو یاد کر لو، فرمایا: کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی کوئی ظلم ہوتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے، جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یا اسی سے ملتا جلتا لفظ فرمایا اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو۔ پھر فرمایا: دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہو، علم بھی دیا ہو، وہ بندہ مال میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا پاس ولحاظ رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حق (یعنی انفاق فی سبیل اللہ) کو ادا کرتا ہے، یہ بہترین درجہ ہے، ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا ہے لیکن مال سے محروم رکھا ہے، لیکن وہ مخلص ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح اعمال خیر میں خرچ کرتا۔ اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا، یہ شخص اور مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے والا، دونوں شخص ثواب میں برابر ہوں گے۔ ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا لیکن وہ علم سے عاری ہے، بلا سمجھے بوجھے غلط جگہوں پر خرچ کرتا ہے نہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے، نہ ہی کسی اور حق کو جانتا ہے۔ یہ بدترین مرتبہ ہے، اور ایک ایسا بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مال دیا ہے نہ علم دیا ہے وہ دل ہی دل میں کہتا ہے کہ کاش ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم بھی فلاں کی طرح (عیش وعشرت میں) خرچ کرتے اس کے ساتھ اس کی نیت ہی کے حساب سے معاملہ ہوگا، دونوں کا انجام یکساں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو انسان کے آرام وراحت کے لیے اس کو فرحت بخش اور دلکش چیزوں سے سجایا اور حُسن وخوبصورتی بخشی تاکہ انسان زمین میں کھیتی باڑی کرے اور اس کے اندر کی معدنیات کو بھی تلاش کرکے ان چیزوں کو بڑھائے اور نتیجہ میں زندگی ترقی کرے اور نئی نئی چیزیں سامنے آتی رہیں اور زمین انسان کی خلافت عملی شکل اختیار کرے، لیکن یہ سب اس طرح ہو کہ ان کے حصول سے آخرت کا نفع پیش نظر ہو، وہ اس کی راہ سے بھٹک نہیں اور ساز وسامان میں لگ کر آخرت کے تقاضوں سے غافل نہ ہوں اور دنیاوی لذتوں میں پھنس کر نہ رہ جائیں، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے سامنے زندگی کا ساتھ دینے والی اعتدال کی راہ کو واضح اور بیان فرماتے رہتے تھے، جس سے دنیا ان کے سامنے حقیر معلوم ہوتی تھی۔

(چنانچہ حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔[1])

(باقی ص ۲۹)

[1] تحفۃ الاحوذی۔ ج۔ ۶

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	ایک عالم ربانی کی وفات (اداریہ)	سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	دنیا میں نہیں ہے آج یار بوالحسن (نظم)	خلیل پرتاپ گڑھی	۶
۴	مولانا صدیق احمد ایک بزرگ شخصیت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۵	مولانا صدیق احمد باندوی کا سانحۂ ارتحال	مولانا تقی الدین ندوی	۱۱
۶	قاری صدیق احمدؒ کی ملاقات	قاری محمد ریاض	۱۳
۷	ماں کی تعلیم و تربیت کا مثالی واقعہ	خورشید ابو ہریرہ	۱۴
۸	شریعت کا عملی زندگی میں نفاذ	مولانا واضح رشید ندوی	۱۵
۹	ختم نبوت، انعام خداوندی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۷
۱۰	مولانا واضح رشید ندوی کو صدر جمہوریہ کا ایوارڈ۔	(ادارہ)	۲۱
۱۱	ندوہ کے شب و روز	نجیب الرحمن	۲۲
۱۲	عالمی خبریں	سید اشرف ندوی	۲۴
۱۳	مطالعہ کی میز پر	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۲۵
۱۴	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۷
۱۵	مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء میں جلسۂ تعزیت	سید جاوید احمد ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخِ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم سینٹی میٹر Rs.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB.
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

ایک بڑے عالمِ ربانی کی وفات

معروف عالم دین اور ربانی بزرگ مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ نے گذشتہ دنوں ایک مختصر سی علالت کے بعد اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت کی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گذشتہ دنوں میں صحت کے مختلف عوارض تھے لیکن یہ عوارض ایسے نہ تھے کہ ان کو موت کا پیش خیمہ سمجھا جاتا، مولانا کی رحلت بھی ان عوارض معین سے کسی عارضہ کی بناء پر نہیں ہوئی بلکہ اچانک پیش آجانے والے مرض فالج جو کہ دماغی رگ کے بیکار ہوجانے سے ہوئی، چند گھنٹے کا یہ عارضہ تھا اگرچہ ڈاکٹروں نے قابو پانے کی بہت کوشش کی لیکن چونکہ وقت موعود آچکا تھا اس لئے سب تدبیریں بیکار گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ "للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شیئ عندہ لاجل مسمیً" اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور اسی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر ایک چیز ایک مقررہ مدت کے ساتھ ہے۔ دنیا میں جو شخص بھی آیا ہے ایک مقررہ عمر لے کر آیا ہے جو صرف خدا کو معلوم ہے اور اسی کی مقرر کردہ ہے، اس کی مصلحت بھی اسی کو معلوم ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۲ سال کی عمر پائی جو انھوں نے دین و علم دین کی خدمت نہایت تندہی اور زہد و اخلاص کے ساتھ گذاری، اسی کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کے دکھ درد کا خیال کرنے اور اپنے علم و تقویٰ کے ذریعہ ان کی مدد کرنے کو اپنا وظیفہ بنایا، وہ ایک طرف حدیث شریف و دیگر علوم کا درس دیتے تھے، دوسری طرف وعظ و نصیحت و اصلاح دینی کے جلسوں اور پروگراموں میں شرکت کرکے اپنے خطاب سے فائدہ پہونچاتے تھے تیسری طرف قرآن مجید اور اوراد و اذکار لکھ کر مخلوق خدا کی مدد کرتے تھے، انھوں نے ایک طرف علوم دینیہ کی تعلیم کے میدان میں نمایاں مقام حاصل کیا اس سلسلہ میں انھوں نے ایک بڑی درسگاہ کی بنیاد ڈالی جو ان کی فکر و محنت کا نتیجہ تھی ان کی توجہ و فکرمندی سے اس درسگاہ نے ان کی زندگی ہی میں بڑی ترقی حاصل کی، اور علوم دینیہ کے استفادہ کا وہ ایک بڑا مرکز بنی، بالکل ایک دیہات میں جہاں تمدن کی کوئی سہولت اور ذریعہ نہ ہو ایک بڑی درسگاہ قائم کردینا ایک بڑا کارنامہ ہے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا۔

اس درسگاہ میں جو مولانا کے دیہاتی وطن ہتھورا ضلع باندہ میں واقع ہے حفظ قرآن و تجوید و تلاوت کی خصوصی تعلیم کا بندوبست ہے، چنانچہ اس کے قیام کے وقت سے اس وقت تک سیکڑوں طلبا اس سے فیض یاب ہوچکے ہیں، اس شعبہ میں بیک وقت دو سو طلبہ کی تعداد رہتی ہے، اس کے علاوہ علوم دینیہ کی تعلیم کا دورہ حدیث تک کا نظم ہے، جس میں کئی سو طلبہ بیک وقت استفادہ کرتے ہیں، اس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود بھی بڑی توجہ سے حدیث شریف اور دیگر اسباق پڑھاتے تھے، اور باوجود اپنے کثیر اسفار کے اپنے اسباق کو پورا کرتے اور ان کا حق ادا کرتے تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دینی ترقی کے لئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم کے دوران ہی وہاں کے مقتدر استاد و عالم ربانی سے مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے تعلق قائم کیا تھا پھر اس میں ترقی کرکے خلافت سے سرفراز ہوئے، ان کی دینداری، تقویٰ اور زندگی کی کم سے کم مادی سہولتوں پر قناعت کو دیکھتے ہوئے ہر شخص ہی ان کو اللہ والا اور ربانی بزرگ سمجھتا تھا، خواص علماء و مشائخ بھی ان کو محبت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور عامۃ المسلمین میں جس کو ان سے واسطہ پڑتا ان کا معتقد ہوجاتا، ان کی طرف عوام کا بڑا رجوع تھا جس کا ایک اظہار ان کے جنازے میں ہزاروں ہزار آدمیوں کا سفر کی مشقت برداشت کرکے پہونچنے سے ہوا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ المسلمین کے دکھ درد میں مدد و تعاون کی یہ شکل کر ان کے بیماروں، پریشاں حال لوگوں کو قرآن و حدیث پر مبنی تعویذ دینے جائیں خاص طور پر اپنائی تھی اس کی وجہ سے ان پر اس ضرورت کے لوگوں کا بڑا ہجوم ہوتا تھا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس تعاون کی بنیاد پر ان کو نیکی کی تلقین بھی کرتے اور ان کے صلاح و اصلاح کا ذریعہ بنتے، اس طریقے سے ایک تعداد کی دینی اصلاح کا ذریعہ بنے، اور متعدد لوگوں کی زندگیاں برائی سے نیکی کی طرف پوری طرح پلٹ گئیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نرم خو، متواضع منکسر المزاج اور ہر وقت دینداری و علم دین میں مشغول رہنے والے شخص تھے اپنے زمانہ کے تمام بزرگوں سے ربط رکھتے تھے، اور ان کی قدر و محبت کے مستحق بنتے تھے۔

اس صدی کی پانچویں دہائی میں جب وہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ان کے رفقاء میں بہت قریبی رفقاء درس مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب نقوی لبستوی ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء اور مولانا سید محمد ثانی حسنی خواہر زادہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ تھے، ان تینوں کو اپنے بزرگ اساتذہ کی شفقت خصوصی طور پر حاصل تھی، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کا اس زمانہ میں سہارنپور کا سفر ہوتا تھا اور یہ تینوں ان سے ملتے تھے، یہ تعلق بعد میں مزید مستحکم اور قوی ہوا، جو مولانا سید صدیق احمد صاحب کے رویے برابر عیاں ہوتا تھا اور مولانا مدظلہ بھی ان کی دینی خصوصیات اور صلاح و تقوی کو دیکھ کر اپنے دل میں مولانا

باقی ص ۳۱ پر

آہ! قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

حیف! دنیا میں نہیں ہے آج یارِ بوالحسن

خلیل پرتاپ گڈھی

آہ! قاریٔ محترم ہر بزم کے روحِ رواں ٭ لٹ گئی ہے تیرے جانے سے بہارِ گلستاں
ذات تیری روح پرور تھی ہمارے درمیاں ٭ ہے بہت تکلیف دہ تیری جدائی کا سماں
ایک روحانی بزرگ اور عالمِ دیں، خوش بیاں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

وقف کر رکھا تھا خود کو ہر گھڑی سب کے لیے ٭ جب بلایا جس نے بس تیار ہو کر چل دئے
عین بیماری میں بھی سب سے ملے دکھ بھول کے ٭ خندہ پیشانی سے ملتے تھے سدا ہر ایک سے
ظاہر و باطن میں تھی یکسانیت میٹھی زباں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

ہر جگہ ہر بزم میں رہتا تھا تیرا انتظار ٭ بھیڑ پروانوں کی ہوتی تھی قطار اندر قطار
چاہنے والے ہیں اتنے ہیں نہیں جن کا شمار ٭ خلق کی خدمت کا جذبہ دل میں تھا دیوانہ وار
پھر بھی چہرے پر شکن کا بھی نہ ہوتا تھا گماں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

تیرے جانے سے ہوا سونا ہتھورا کا چمن ٭ حیف! دنیا میں نہیں ہے آج یارِ بوالحسن
سونی سونی محفلِ علم و عمل شعر و سخن ٭ شہد تھا جس سے ٹپکتا اب کہاں ہے وہ دہن
جا بسا شہرِ خموشاں میں چمن کا باغباں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

جامعہ عربیہ ہے تیری ہی کوشش کا ثمر ٭ فیض کا چشمہ ہے جاری مخزنِ علم و ہنر
مدرسہ کی ہی ترقی میں رہا ہے عمر بھر ٭ خود گزاری زندگی چھپّر تلے رہ کر مگر
کس قدر بے لوث، صابر، بیکسوں کا سائباں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

ہے خلیلؔ اپنی دعا دل سے نکلتی بار بار ٭ ہو منور قبر تیری، روح کو آئے قرار
مغفرت ہو اور جنت کے مزے ہوں بے شمار ٭ صبر دے سارے اعزا اقربا کو کردگار
مہرباں ہر حال میں ہو خالقِ کون و مکاں
آہ! صدّیقِ مکرم، نازشِ ہندوستاں

مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

ایک ربّانی عالم اور بزرگ شخصیت تھے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے سانحۂ ارتحال پر مسجد دار العلوم میں ۳۰؍ اگست ۱۹۹۷ء کو ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے قاری صاحبؒ کی روحانی شخصیت اور ان کی علمی و دینی خدمات پر اہم تقریر فرمائی، افادۂ عام کی غرض سے ہم اس کو ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ۔

میرے رفقائے کرام اور طلبائے عزیز! میں نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی، یہاں مسجد کی طرف آتے ہوئے میرے ذہن میں اس کا القاء ہوا اور اس سے زیادہ موزوں اور اس سے زیادہ مفید اور قابل غور تمہید نہیں ہو سکتی اور کوئی ایسا جامع جملہ نہیں کہا جا سکتا، قرآن مجید کی یہ آیت بھی ایک مستقل معجزہ ہے بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ولکن کونوا ربانیین" لیکن تم اللہ والے بنو، پھر اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ربانیین کا لفظ استعمال کیا ہے اس میں تربیت بھی داخل ہے، یعنی وہ عالم جو ایک طرف رب سے تعلق رکھتا ہو، رب سے اس کا تعلق صحیح ہو، اخلاص اس کو حاصل ہو اور دوسری طرف اس کو ایمان و احتساب کا درجہ حاصل ہو، یعنی وہ دعوت و تربیت اور اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہو۔

میں عربی زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے نہیں جانتا کہ کوئی لفظ اتنا جامع و معنی خیز اور ایسا توجہ طلب اور نظر افروز ہو سکتا ہے، علمائے امت اور علمائے اسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ ربانیین کے لفظ سے یاد کرتا ہے، "اللہ والے بنو" لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت میں "رب" کا لفظ انتخاب فرمایا گیا کہ ایسے علماء بنو جن کے اندر تربیت کا مادہ ہو تربیت کی صلاحیت بھی ہو، انھیں کو علمائے ربانیین کہتے ہیں، اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ "بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون" کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دو، اس کے ساتھ "تدرسون" کا لفظ بھی لگایا گیا جو ہمارے اور آپ سب کے لئے قابلِ غور ہے کہ عالم ربانی عالم کامل اور باکمال بن جانے کے بعد بھی ضرورت ہے کہ مطالعہ جاری رہے، استفادہ اور علمی سفر جاری رہے، علمی ترقی جاری رہے، یہ آیت تو قیامت تک پڑھی جانے والی آیت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس امت میں علماء کو پیدا کرتا رہے گا اور پھر ایسے روحانی تربیت کرنے والے، اور پھر دینی تعلیم دینے والے اور پھر دین کے لئے کوشش و مجاہدہ کرنے والے پیدا کرنے کی دعوت دی جاتی رہے گی تو اس لئے ایک ایک لفظ معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور وہ قرآنی بلاغت کا ایک نمونہ ہے۔

آج ہم جس ہستی کو یاد کرنے کے لئے اور اپنی عقیدت و محبت کا خراج پیش کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، اور آئندہ کے لئے بھی یہ یاد تازہ کرنے کے لئے، جب کبھی مجلس ہو، محفل ہو اس پر اکتفا نہیں، اس کے باہر بھی آپ یاد کیا کریں، اس کے لئے یہ آیت مجھے القا ہوئی، میرے ذہن میں ڈالی گئی کہ ان کی بہترین تعریف ہو سکتی ہے اور تعریف ہی نہیں بلکہ ہم سب کے لئے دعا بھی ہے، یہ تقریر ندوۃ العلماء میں کی جا رہی ہے، مسجد میں کی جا رہی ہے، طلبہ و اساتذہ کے سامنے کی جا رہی ہے، طالبین علوم دینیہ کے سامنے کی جا رہی ہے جہاں آئندہ کے لئے وہ امت کے نمائندہ و ترجمان اور کتاب و سنت کے شارح اور دین حق کی طرف بلانے والے پیدا کئے جائیں گے اور ان علماء کو تیار کرنے کے لئے یہاں مدارس قائم ہیں ان کے لئے یہ آیت ایک پوری موعظت، پوری دعوت اور ایک پوری کتاب ہے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے میں مظاہر علوم میں پڑھتے تھے

پچاس ساٹھ برس پہلے یا اس سے زائد مدت ہوگی، میں جب حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا یا رائے پور جایا کرتا تھا تو سہارنپور ٹھہرتا ہوا جاتا یا واپسی میں ٹھہرتا تو مظاہر علوم بھی جاتا تھا، اس وقت ہمارے تعلق والے تین عزیز تھے ایک ہمارے عزیز بھانجہ مولوی محمد ثانی حسنی مرحوم، اور ایک ہمارے یہاں دارالعلوم کے بڑے کارکن بننے والے مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم بستوی اور ایک مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب، یہ تینوں اکثر ساتھ ہی ملتے تھے، وضو کر رہے ہیں تو دیکھا تینوں ساتھ ہی وضو کر رہے ہیں، نماز میں کھڑے ہوتے تو تینوں ساتھ ہی میں کھڑے ہوتے۔ میں مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اکثر آنا جایا کرتا تھا، ان سے ان تینوں کا روحانی تعلق تھا، انھیں سے وہ مجاز تھے، تو مظاہر علوم میں ان تینوں سے ساتھ ساتھ ملاقات ہوتی تھی، ان سے اسی وقت سے تعارف ہے، اس کے بعد فارغ ہو کر نکلے تو پھر انھوں نے پہلے تو فتحپور کے مدرسہ میں جو مولانا ظہور الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کیا ہوا تھا، مولوی عبدالرحیم فتحپوری اس کے اس وقت مہتمم تھے وہاں کچھ عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ فتح پور سے ہمارا قرابتی تعلق بھی ہے، جوار کا بھی تعلق ہے وہاں جاتے تھے تو اس مدرسہ میں حاضر ہوتے تھے وہاں مولانا قاری سید صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تھی، وہ بہت خصوصیت کے ساتھ ملتے تھے، پھر اس کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر انھوں نے اپنے وطن ہی کو اپنی جد وجہد کا مرکز بنایا، اور مدرسہ قائم کیا، صرف قائم ہی نہیں کیا بلکہ مدرسہ کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت اور اس کی دعوت کو اپنا فرض سمجھا اور یہی مدارس کی حقیقت اور ان کا اصل فریضہ ہے، اور یہی مدارس کے نظام میں شامل ہے کہ مدارس جزیرہ نہیں بن سکتے، جو مدارس جزیرہ بن جاتے ہیں وہ ڈوب جاتے ہیں، مدارس کے لئے ضروری ہے کہ وہ باہر اپنا تعلق رکھیں اور یہ سمجھیں کہ باہر کی فضا اور باہر کا ماحول اگر ٹھیک نہ ہوا تو ان مدارس کا بھی قائم رہنا مشکل ہوگا، ایک جزیرہ بن کے نہیں رہ سکتے، کوئی بھی چیز دنیا میں جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتی، جب تک کہ وہ اپنے اثرات کو پھیلائے نہیں، اور ایسا ماحول نہ پیدا کریں، جو اس کے لئے مناسب ہو، اس کے لئے مفید ہو۔

حضرت مولانا کی بصیرت و شرح صدر اور توفیق الٰہی کی بات تھی کہ انھوں نے دونوں کام ایک ساتھ شروع کئے، ایک طرف مدرسہ اور دوسری طرف آس پاس کی بستیوں سے، اس کے شہروں سے رابطہ قائم کرنا، اور بار بار جانا اور دعوت کا کام کرنا، اور دینی جلسوں میں شریک ہونا، اور ان کو صحیح عقیدہ اور اصلاح نفس کا پیغام دینا، اس سے ان کی مصروفیت اتنی بڑھی، ان کے مجاہدے اتنے بڑھے کہ بعض مرتبہ مجھے بھی اس تعلق کی بنا پر جو ان کی ذات سے تھا اور ان کا ہمارے خاندان والوں سے تھا، اور حضرت سید احمد شہیدؒ سے تو ان کو بڑا تعلق تھا، تو اس بنا پر بھی، اور پھر ان کی افادیت اور ان کی زندگی کی قیمت کی بنا پر بھی میں نے بعض مرتبہ یہ پیغام بھیجا کہ آپ اتنا دور دراز کا سفر کرتے ہیں، اور جفاکشی کرتے ہیں، اور احتیاط نہیں کرتے، تو یہ مناسب نہیں، ان کا یہ حال تھا کہ بالکل اس بارے میں وہ مجذوب الفکر تھے، مجذوب الحال تھے، اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کو کیا تعب ہوگا اور ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا پھر ان کی صحت پر اثر پڑا، حقیقت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانیین میں تھے: "ولکن کونوا ربانیین" کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی تعلیم کا بھی کام لیا اور دین کی اشاعت کا بھی اور اصلاح کا بھی اور شریعت پر اور سنت پر عمل کرنے کا، رسوم و بدعات جو مسلمانوں کی زندگیوں میں شامل ہو گئی ہیں، اس کے خلاف تقریر کرنا، لوگوں کو متوجہ کرنا، بڑے انہماک اور تندہی بلکہ ایک طرح سے جو مدہوشی ہوتی ہے اپنی صحت کی طرف سے آنکھیں بند کرکے، ان سب سے بے پرواہ ہو کر عبادت سمجھ کر یہ کام کرتے تھے، اور جو چیز ان کی امتیازی ہے وہ ایمان اور احتساب ہے اور یہی ربانیین کے لئے ضروری ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اللہ کی رضا کے لئے ہی کیا جائے، اللہ کی قدرت اور استعانت پر یقین کرتے ہوئے بھی، اور پھر اجر و ثواب کی لالچ سے کیا جائے، یہ بات اس وقت ادنیٰ تنقیص کے بغیر، تنقیص تو بڑی چیز ہے، ادنیٰ تنقید کے بغیر میں کہتا ہوں کہ کوئی مقابلہ نہیں ہے، علماء میں میں مقابلہ نہیں کرتا، سب اپنی جگہ قابل احترام ہیں۔ الحمد للہ بعض ہستیاں یہاں بھی موجود ہیں اور جو اللہ کے یہاں چلے گئے ان کے درجے بلند کرے لیکن بہر حال اپنے مطالعہ و واقفیت کا مسئلہ ہے کہ ہم نے اپنے مطالعہ و واقفیت کے حدود میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جس درجہ کا مخلص جس درجہ کا فکر مند، جس درجہ کا سرفروش کہنا چاہئے اور اپنی زندگی و صحت کو خطرہ میں ڈالنے والا بہت کم دیکھا ہے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی وفات پر اس مقبولیت عامہ کا اظہار ہوا جو عرصے سے کسی ہستی کے بارے میں ہمارے علم میں نہیں آیا، اللہ کے یہاں کس کا کیا درجہ ہے

اللہ جانتا ہے اور اسی کا اعتبار ہے، اور ایسا بھی بہت ہوا ہے کہ اللہ کے بعض بندے دنیا سے ایسے گئے کہ نماز جنازہ کی نوبت نہیں آئی، میں تین آدمیوں کا نام لیتا ہوں، ایک سیرت رحمۃ للعالمین کے مصنف حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ، ان کی میں نے زیارت بھی کی ہے، ان کا انتقال جہاز پر ہوا، اور ان کی لاش سمندر کے سپرد کر دی گئی، اور ایک حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ فتحپوری، ان کا بھی انتقال جہاز پر ہوا، اور ان کی لاش بھی سمندر کے سپرد کر دی گئی، مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بمبئی میں تھے، کھلا محلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو کسی جگہ شام کو چائے کی دعوت تھی اور ہم حجاز سے واپس آئے تھے، مولانا منظور صاحبؒ بھی موجود تھے اور شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ بھی تشریف رکھتے تھے، وہاں ہمیں قریب بلایا یہاں تک کہ آخری نشست گاہ پر بٹھایا اور کان کے پاس منہ لاکر رازداری کے ساتھ کہا کہ دعا کرو اللہ وہاں پہونچا دے، ہمارے ذہن میں آیا کہ ان سے کہیں کہ صبح جہاز سے روانہ ہو رہے ہیں اب اس میں کیا تردد کی بات ہے کہ پہونچ جائیں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے یہ بات وارد ہوئی تھی، انھیں شبہ تھا، چنانچہ یہی ہوا کہ ان کا جہاز پر انتقال ہوا، اور وہاں ان کے تعلق والوں نے سعودیہ سے ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ قائم کیا کہ ہم ان کی لاش کو یہاں لانا چاہتے ہیں، انھوں نے اجازت دی کہ تدفین ہو سکتی ہے لیکن قبل اس کے کہ نیچے والوں تک یہ پیغام پہونچے، اوپر والوں نے سنا، اور نیچے والے لاش مبارک لے گئے اور سمندر کے سپرد کر دی، اور کیا ہو سکتا ہے سمندر میں؟! انھوں نے دیر کی وہاں تک پیغام پہونچانے میں تو انھوں نے سمندر کے حوالہ کر دیا، اور ایک تیسرے بزرگ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ تھے، ان کی درسی کتابیں نصاب میں داخل ہیں، ______ ان کا بھی انتقال سمندر میں ہوا، اور وہ سمندر کے سپرد کر دیئے گئے، ایسا بھی ہوا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کس کا کیا درجہ ہے، اس سے کوئی تنقیص نہیں ہوتی ہے، اصل چیز تو وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے ساتھ جو معاملہ ہو، اللہ تعالیٰ جس طرح جانتا ہے اس کو علم ہے، اور جو قدر ہے ان کے یہاں، وہ سارے ازدحام، وہ سارے جلوس، جلسے اور ماتم، اور پھر یہاں تک ان کی تصنیف و تالیف، ان سب سے بالاتر چیز ہے کہ اللہ راضی ہو، انتقال کہیں بھی ہو: "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا"۔ یہ سب کچھ ہے لیکن یہ ایک ظاہری علامت ہے کہ ان کے انتقال پر جس طریقے سے یہاں مسلمانوں نے ان کے وطن سے صرف نہیں بلکہ دور دور کے مسلمانوں نے اس تعلق کا اظہار کیا، یہ بہت کم دیکھنے میں آیا، ہزاروں ہزار کا مجمع تھا، ہمارے یہاں سے الحمد للہ ہمارے عزیز مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم اور ان کے بھائی مولانا سید واضح رشید ندوی، یہ لوگ بھی گئے، اور یہاں آکر بیان کیا کہ کئی کیلومیٹر تک سواریاں کھڑی تھیں، بسیں بھی تھیں اور موٹریں تھیں، اور ان کو پیدل چلنا پڑا، اور پھر اس کے بعد وہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور آج کے قومی آواز میں بھی جگہ جگہ ان کے انتقال پر جس تأثر کا اظہار کیا گیا، مسلمانوں نے جس عقیدت کا اظہار کیا وہ چیزیں آج کے اخبار میں شائع ہوئی ہیں اور شائع ہوتی رہیں گی۔

میرے عزیزو! آپ کے لئے صرف اتنی بات نہیں کہ یہ فریضہ ادا کیا جا رہا ہے، ایک ضابطہ کی بات ہے کہ تعزیتی جلسہ ہو رہا ہے، ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ان کی زندگی پر غور کریں کہ ان کو یہ مقبولیت کیوں حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کو یہ مقام کیوں ملا، اور ایک عالم کو، ایک دینی مدرسہ کے فارغ کو کس کو اپنا مقتدیٰ بنانا چاہئے، اور کیا اس کو طرز اختیار کرنا چاہئے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے، اور کس جامعیت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ ایک طرف تو علم راسخ ہو، علوم نبویہ پر پورے طور پر قدرت ہو، استحکام ہو، اتقان ہو، اتقان علمی ہو، پھر اس کے ساتھ ساتھ عمل ہو، عالم کے شایان شان جو عمل ہے، جو ذوق عبادت ہے جو ذوق طاعت ہے اور جو ایمان و احتساب کا مادہ ہے، وہ پیدا ہونا چاہئے کہ آج ہم اللہ کی رضا کے لئے پڑھ رہے ہیں، اور ہم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دین کا کام کریں گے یہ نہیں کہ پڑھ کر نکلے، خلیج چلو، دوبئی چلو، شارقہ چلو، سعودی عرب چلو، نام تو حج و عمرہ کا لیکن مقصود یہ ہو کہ کہیں جگہ مل جائے اور مل جاتی ہے، کوئی صاحب کسی سفری ایجنٹ کے یہاں کام کر رہے ہیں، کوئی صاحب دواؤں والی دوکان میں کام کر رہے ہیں، اور کچھ نہیں تو مسجد کے مؤذن بن گئے، خطیب بن گئے۔ یہ اس علم کی قیمت نہیں، یہ "کونوا ربانیین" کے انداز کی بات نہیں، یہ اس کے خلاف ہے، "کونوا ربانیین" یہ ہے کہ آپ نیت کریں کہ آپ یہاں سے نکلنے کے بعد قاری صدیق صاحبؒ کے نقش قدم پر چلیں گے، اور علمائے ربانی کے جو ان سے پہلے کے ہیں یا ان کے زمانے کے تھے یا اب بھی ہیں، خدا کے فضل سے دنیا خالی

نہیں ہے، ہندوستان بھی خالی نہیں ہے، ان کے نقش قدم پر چلیں گے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نقش قدم پر چلیں گے، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباریؒ اور ندوہ کے دوسرے علمائے ربانیین ہیں جنھوں نے وقت کے مسائل اور خطرات کا اندازہ کیا، دین میں جو تبدیلی ہو رہی تھی، اور جو تبدیلی لوگ کرتے تھے، اور اس کے لئے ایک بڑا مرکز بن گیا تھا، وہاں تقریر بھی کی گئی، علم کلام پر کتابیں بھی لکھی گئیں، ان میں ہر چیز کو موجودہ مغربی فکر کے مطابق، اور اس کو سائنس کی روشنی میں قابل عمل ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید

اور انبیاء کے معجزات تک کو بھی نشانہ بنایا گیا کہ گویا وہ معجزہ نہیں تھا بلکہ وہ ایک طبعی امر تھا۔

الحمد للہ ہمارے ندوی فضلاء نے وقت کے فتنوں کا نوٹس لیا اور اس کو محسوس کیا، اور پھر اس کے بعد انھوں نے دین کو اپنی شکل پر رہنے کے لئے کوشش کی کہ دین میں کوئی تحریف نہ ہو، اور انحراف نہ ہو، یاد رکھئے کہ انحراف اور تحریف دو چیزیں ہیں، ایک انحراف ہے اس کا تعلق عوام سے ہے اور تحریف کا تعلق ذی علم سے ہے، اور انحراف و تحریف دونوں سے حفاظت کا کام ہر ملک میں تقریباً انجام پایا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو اس کی توفیق دی، اور یہ کام مغرب اقصیٰ میں بھی ہوا، مراکش، الجزائر میں بھی ہوا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو توفیق دی، انھوں نے دین صحیح کی دعوت دی، اور قرآن مجید کی آیات اور معجزات قرآنی اور محکمات کی وضاحت کی۔ اور جو حدیث کے تربیتی پہلو ہیں، ان سب کو ثابت کیا۔

مولانا عبدالباری صاحبؒ نے اپنی کتاب میں......... یہ بات ظاہر کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ مذہب اور سائنس کی کہیں ٹکر ہو ہی نہیں سکتی، جس طرح موٹر اور کشتی کی ٹکر نہیں ہو سکتی، ریلوے اور جہاز کی ٹکر نہیں ہو سکتی، کشتی چلتی ہے پانی میں، موٹر اور ریل چلتی ہے خشکی میں، یہ کہاں سے ٹکرائے گی، ان کے ٹکرانے کا امکان ہی نہیں ہے، یہ جو خیال پیدا کیا گیا کہ علم و دین میں ٹکراؤ ہے، "جمع نہیں ہونے پاتے"، علم تصدیق نہیں کرتا ان سب چیزوں کے ہونے کا، یہ سب غلط ہے اس لئے کہ وہ تو ایک قادر مطلق کا عمل ہے، اس کا حکم ہے "انما امرہ اذا اراد شیئاً أن یقول لہ کن فیکون"۔ اس مسئلہ پر میں نے ان کی کتاب پڑھی، یہ کتاب یقین افروز ہے، الحمد للہ ہمارے عزیز مولوی واضح نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور ہم نے مقدمہ لکھا، اسی طرح مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے معجزات کے بارے میں سیرت النبی میں، خطبات مدراس، اور دیگر کتابوں میں اس کو علمی زبان میں ثابت کیا ہے، اور یہ جو تناقض و تضاد بتایا جاتا تھا، اس کو دفع کیا ہے۔

بس میرے عزیزو! آپ کو علمائے ربانیین کا نمونہ بننا چاہئے اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کتنا کام لیا، اور اب کس طرح مقبولیت ظاہر ہوئی، اور خدا جانے کتنے بڑے بڑے مفکر، ادیب و شاعر گذر گئے کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ انتقال کب ہوا، کہاں مرے، ایک تو اللہ کے بندے وہ ہیں، جو اگر غار کے اندر ہوں، یا پہاڑ کی چوٹی پر، اللہ تعالیٰ ہزاروں لاکھوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اور پھر جو ان کے لئے دعائے مغفرت ہوتی ہے، جو ایصال ثواب ہوتا ہے، جو محبت کی جاتی ہے، جو عقیدت ہوتی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، بس آپ اس سے فائدہ اٹھائیے، اور عبرت حاصل کیجئے، اور یہ اعجاز ہے قرآن مجید کا، قیامت تک رہنے والی کتاب کا ہے کہ تعلیم کے ساتھ درس بھی ہو، پڑھنا بھی چاہئے، پڑھتے بھی رہو، سکھاتے بھی رہو تو فائدہ پہونچے گا، بس اللہ تعالیٰ توفیق دے، اور قاری صاحب کے لئے دعا بھی کرتے رہیں اور ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے طور پر بھی ایصال ثواب کریں۔

سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا پیرو کار نہ رہا

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی

مسلم انٹلکچول سوسائٹی کا ایک تعزیتی جلسہ پروفیسر محمد یونس نگرامی کی صدارت میں ہوا جس میں قاری محمد صدیق باندوی کے انتقال پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ پروفیسر نگرامی نے کہا کہ ایسے وقت میں جب مادیت کی طغیانی اپنے شباب پر ہے اور جس کے اثرات نے لوگوں کے دلوں کو سخت، بے حس اور پتھر بنا دیا ہے، مولانا قاری محمد صدیقؒ نے پیار و محبت اور مردہ دلوں کی مسیحائی کے لئے وہ طریقہ اختیار کیا جو شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان جیسے بزرگوں نے اختیار کیا تھا جس میں کتاب و سنت کی اتباع کے ساتھ وہ لچک، البیلاپن اور وسعت ہے جو "الخلق عیال اللہ" کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور جو یقیناً دعوت اسلامی کا ایک مؤثر طریقہ ہے ان کا اٹھ جانا دعوت اسلامی کا ایک بڑا نقصان ہے۔

جلسہ میں قطب اللہ، ڈاکٹر رفیق احمد خاں، مولانا نذر الحفیظ ندوی اور ڈاکٹر شبیر احمد وغیرہ نے شرکت کی۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر ٭ عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت مولانا صدیق احمد باندوی کا سانحۂ ارتحال!

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

دلوں میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی یاد تازہ تھی کہ ۲۸؍۸؍۹۷ء کو اچانک حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال نے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان کی وفات ناگہانی حادثہ بن کر سامنے آئی جس کا پہلے سے کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ۲۷؍۸؍۹۷ء کو حضرت والا کی خیر و عافیت فون سے معلوم کی، بتایا گیا کہ حضرت لکھنؤ اسپتال سے بخیریت باندہ تشریف لے گئے۔ ان کی خدمت میں حاضری کی تیاری کر رہا تھا کہ ۲۸؍اگست کو حادثہ کی خبر فون سے دی گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون،

ان کی ذات گرامی ہزار پریشان حال قلوب کے لے ملجا و ماویٰ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی محبوبیت و مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ مخلوق خدا جہاں تشریف لے جاتے ان پر پروانہ وار گرتی اور ان کی زیارت و ملاقات سے دلوں کو قوت اور آنکھوں کو روشنی نصیب ہوتی۔

وہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ تھے اور حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفۂ اجل حضرت اقدس تھانویؒ نے ان کو اجازت و خلافت عنایت فرمائی تھی۔ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد بزرگوں کے مشورہ سے اپنے وطن ہتھورا باندہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں مدرسہ کا آغاز کیا اور قرب و جوار کے لوگ جو جہالت و ضلالت میں غرق تھے اس علاقہ میں تبلیغ و دعوت کا کام شروع کیا۔ ظاہری وسائل بالکل مفقود تھے مسجد سے باہر اپنے ہاتھوں ملکہ مٹی کا ایک کمرہ مدرسہ کے لیے تعمیر کیا وہ آگے چل کر ایک بہت بڑا مدرسہ بلکہ دار العلوم بن گیا۔ آج دورۂ حدیث کی تعلیم ہوتی ہے طلبہ کی تربیت میں یہ ادارہ پورے ملک میں شہرت رکھتا ہے۔ قرب و جوار جہاں لوگ اسلام کے اہم ارکان تک سے ناواقف تھے۔ وہاں سیکڑوں حفاظ و فضلاء تیار ہو گئے اور گاؤں گاؤں مکاتب کا ایک طویل سلسلہ قائم ہو گیا۔ اور دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دیا جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

نہ ملک و مال میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو چیز مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

وہ اپنے استغناء و توکل، زہد و قناعت میں سلف صالحین کی چلتی پھرتی مثال تھے جس سے بزرگان دین اور اولیاء عظام و صوفیاء کرام کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں لکھا گیا ہے اور جو کچھ سنا جاتا ہے۔ اس کا زندہ نمونہ بن کر انھوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ سلف صالحین کے راستہ پر اس دور میں چلنا ممکن ہے۔ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے بارے میں سبھی متعلقین اور اہل تعلق کو معلوم ہے کہ کسی باثروت و صاحب مال کا اس کے مال کی بنا پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ مال و دولت کی ان کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں تھی وہ بالکل اس شعر کے مصداق تھے جو حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے

تعلق سے غنی ہو گیا ہو گیا غیروں سے مستغنی
پسند آئے نہ کیوں مجھ کو میرا مغرور ہو جانا

اس دور اخیر میں حضرت والا کا فیض ہندوستان سے باہر لندن و افریقہ وغیرہ ممالک میں پہنچ رہا تھا گذشتہ ماہ جنوبی افریقہ کا سفر ہوا۔ اس میں حضرت مولانا کی ترغیب و تاکید ہی اصل سبب تھی وہاں سیکڑوں علماء و خواص کو پایا جو حضرت والا سے تعلق و محبت رکھتے تھے معلوم ہوا کہ آخری سفر جو حضرت مولانا نے افریقہ میں جو اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کے ساتھ وفات [illegible] کے لیے کیا تھا۔ صرف ایک ہفتہ وہاں قیام رہا حضرت مولانا کے گہرے نقوش و اثرات کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خیال تھا کہ ملاقات پر سفر کی تفصیل سناؤں گا لیکن، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حضرت مولانا سے اس ناچیز کا تعلق اپنی طالبعلمی کے زمانہ سے تھا۔ ان کے شیخ و مرشد حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس ناچیز کے اساتذہ میں مظاہر علوم کے قیام کے زمانے میں حضرت والا کی مجلس میں حضرت مولانا سے ملاقات ہو جاتی تھی اس تعلق کی بنا پر ہی ندوۃ العلماء کی تدریسی جو ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۷ء تک تھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرت مولانا میرے کمرے میں تشریف لائے، بعض قیمتی مسودات جو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے تھے اس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور نقل فرما کر اصل واپس بھجوا دیا۔ یہاں اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ کے یہاں مدت تک قیام اور بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد جس سے حواشی کی ترتیب و تصحیح طباعت کا کام اصلاً حضرت شیخ اس ناچیز کے سپرد فرمایا تھا اسی لیے بہت قیمتی حدیث پاک پر تحقیقات جو اب تک بھی محفوظ ہیں ان کی نقل اس ناچیز کے پاس موجود ہے حضرت مولانا باندوی سے ادھر چند سالوں میں اس ناچیز کے تعلقات بہت ہی گہرے ہو گئے تھے۔ متعدد بار حضرت مولانا میری عدم موجودگی میں اعظم گڑھ ہمار سکھر اور جامعہ اسلامیہ میں تشریف لائے کئی مرتبہ ابوظبی کی دعوت بھی دی اور یہ کہ وہاں سے عمرہ کرنا آسان رہے گا۔ مگر مسکرا کر سکوت فرمایا۔

۱۹۸۸ء میں ڈاک سے الیمین کے پتہ پر دیا۔ حضرت مولانا کا ایک مکتوب گرامی ملا جس میں تین باتیں تحریر فرمائی تھیں

۱۔ آپ کی ضرورت ہندوستان میں ہے

۲۔ اس لیے معاشی مسئلہ کے لیے یہاں کچھ کریں، ملازمت کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ اپنی نگرانی میں ایک بڑا مدرسہ قائم کریں

خط کا جواب دیا اور فون پر اس ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے میں جو خدمت یہاں رہ کر کر رہا ہوں بالخصوص حدیث پاک کی وہ ہندوستان میں مشکل ہے اس لیے دعا فرمائیں کہ یہاں قیام کی ہر سہولت پیدا ہوتی رہے الحمد للہ ہندوستان میں ظاہری انتظام اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے البتہ مدرسہ کے لیے غور کروں گا۔ اس کے چند روز کے بعد ایسی غیبی صورت پیدا ہوئی کہ مجھے بار بار حضرت مولانا کے خط کا مضمون یاد آتا رہتا ہے، وہ "تعمیر حیات" کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مولانا نے اس ناچیز سے ایک مرتبہ فرمایا مجھے اتنی جلدی تعمیر و آبادی کی پورے ملک میں مثال نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شر و فتن سے اس کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ابھی چند ماہ پیشتر اچانک بنارس سے مئو جاتے ہوئے اس ناچیز کی غیر موجودگی میں جامعہ اسلامیہ مظفر پور تشریف لائے اور وضو فرما کر دفتر میں بیٹھ کر دعا فرمائی اور یہ شعر مہتمم صاحب سے کہا کہ مولانا کو فون پر سنا دینا اور وہاں سے سفر کے لیے روانہ ہو گئے ؎

من عادتی حب الدیار لاھلھا
وللناس فیما یعشقون مذاھب

ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی کئی مثالیں اس ناچیز کے سامنے بھی ہیں اس مختصر مضمون میں اس کا ذکر نہیں کیا جا سکتا حضرت مولانا کے شیخ حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اس ناچیز سے بیان فرمایا کہ میں بیمار تھا اور مولوی صدیق عیادت کے لیے آئے ان سے میں نے کہا کہ دم کرو، وہ جس طرف پڑھ کر دم کرتے مجھ کو آرام ہو جاتا تھا۔ یہ خود ان کے شیخ کی شہادت ہے، حضرت مولانا کے زندگی کے واقعات تو بکثرت معلوم ہیں جو بعد میں شائع ہوں گے۔ اس وقت مقصود یہ ہے کہ ان کی ذات گرامی سے جو خلا و فراغ پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے مدرسہ اور ان کے جملہ کاموں کی حفاظت فرمائے، ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ انشاء اللہ ان کے کارنامے ہمیشہ باقی رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(البقیہ)

قاری سید صدیق احمد کا جلسۂ تعزیت

محنت اور جانفشانی سے کام نہ لیں، اور جو آپ ٹرک وغیرہ سے سفر کرتے ہیں یہ سب نہ کریں اس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا لیکن آپ نے ان سب کا کچھ بھی اثر نہ لیا، اور مصروف عمل رہے، چنانچہ اس کا آپ کی صحت پر اثر بھی پڑا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

آپ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر اور علماء ربانیین کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور اخیر میں تو آپ نے بڑی تاکید اور پر زور انداز میں فرمایا کہ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ان کی زندگی میں غور کریں، اور ان کو جو یہ مقبولیت حاصل ہوتی ہے اس کے اسباب و عوامل پر غور کریں اور خود کو بھی اس پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ آپ کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے ہوا کہ لوگ ہزاروں ہزار کی تعداد میں لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور تجہیز و تدفین میں حصہ لیا۔

(البقیہ)

آخری ملاقات

اور پیچھے سے ایک لفافہ نکال کر محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری کو عنایت فرمایا اور یہ فرمایا کہ مولانا یہ میں نے اس کو آپ کے لیے بچا کے اور چھپا کے رکھا تھا۔ یہ آپ لوگوں کے لیے رات کے سفر کا توشہ ہے اس لفافہ میں اچھی مقدار میں انگور اور سنترے تھے سارے راستے ہم لوگ اس ہدیہ مبارک سے مستفید ہوتے ہوئے صبح فجر کے وقت ندوۃ العلماء حاضر ہو گئے۔ یہ حضرت مولانا سے آخری تفصیلی ملاقات تھی یہ اور اس جیسی بہت ساری یادگاریں ہیں جن کو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے خصوصی انعامات سے نواز کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ (آمین)

بقیہ ص ۳۰ کا

۲۔ حدیث علم اور ان علماء کی تحسین کرتی ہے جن کو تعلیم و تربیت میں مشغولیت کے سبب مال کمانے اور اس کو بڑھانے کا موقع نہ مل سکا لیکن وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا یعنی نیک نیتی اور انفاق کی تمنا کے سبب فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ثواب بیٹھے بٹھائے مل جائے گا۔

۳۔ حدیث ایسی جماعت کا انجام بتاتی ہے جس کو صرف دنیا کی فکر رہتی ہے اسی میں لگا اور اسی کی لالچ میں پڑا رہتا ہے علم اور مال دونوں سے محروم ہے لیکن اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا تو وہ بھی بری جگہوں پر خرچ کرتا اس نے دنیا و آخرت دونوں سے ہاتھ دھو لیا۔

استاذ محترم قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری تفصیلی ملاقات

(قاری) محمد ریاض مظاہری، استاذ قرأت ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ایک تعلق والے کی خواہش پر تین ماہ قبل کار کے ذریعہ لکھنؤ سے ہتھورا کا سفر ہوا ساتھ میں استاذ مکرم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری بھی تھے شام چار بجے لکھنؤ سے روانگی ہوئی اور رات کے ۹ بجے ہتھورا پہنچنا ہوا، عشاء کی اذان ہو چکی تھی، اولاً حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی گئی، حضرت دیکھتے ہی خوش ہو گئے خصوصاً مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی سے مل کر بیحد مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور بعد نماز عشاء طلباء سے خطاب کا حکم فرمایا۔ بعد نماز عشاء بحکم حضرت اس عاجز نے مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اور مولانا موصوف نے مختصراً اور بہت جامع طلباء سے خطاب کیا اس کے بعد حضرت نے کھانے کا نظم فرمایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر جمع ہو گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمرہ میں تشریف لا چکے تھے۔ اور خصوصی مجلس لگی تھی اس میں مدرسہ کے ایک مؤقر استاذ اور چند خصوصی تعلق رکھنے والے طلباء تھے ہم لوگ بھی شریک ہو گئے، احباب کچھ سوالات کر رہے تھے۔ اور حضرت جواب دے رہے تھے، ایک سائل نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ذکر بالجہر کے متعلق دریافت کیا۔ تو حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ذکر بالجہر کا اہتمام نہ تھا اور نہ ہی کسی ذاکر بالجہر کو منع فرماتے تھے بلکہ حضرت کے یہاں تو ذکر کے لیے حلقہ کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا تھا جو جہاں پر بیٹھ گیا ذکر کرنے لگا پھر کسی نے حضرت کی طالب علمی کے سلسلہ میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا اس وقت جو کچھ محنت ہو جاتی ہے وہ طالب علمی کے زمانہ کی عادت بنی ہوئی ہے۔

اکثر تعلیمی وقت پانی پت میں گذرا، وہیں عالمیت کی ابتدائی تعلیم اور روایت حفص و سبعہ کی تکمیل ہوئی، سارا دن درس ہوتا اور رات کے ایک بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہتا، صرف ۲ گھنٹہ سونے کو ملتا پھر تہجد کے لیے اٹھا دیا جاتا۔ اس طرح چوبیس گھنٹوں میں صرف ۲ گھنٹے سونے کو ملتا تھا۔

درمیان گفتگو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کا ذکر آیا تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ مدرسہ بالکل ابتدائی دور میں تھا معمولی سی عمارت بن سکی تھی میں نے تکیہ رائے بریلی میں حاضر ہو کر حضرت مولانا مدظلہ سے یہاں تشریف آوری کی درخواست کی حضرت نے قبول فرما لیا۔ اور تشریف لائے اس وقت یہاں بیت الخلاء نہیں بنے تھے اور سب لوگ جنگل جایا کرتے تھے چونکہ حضرت کا مزاج جنگل جانے کا نہ تھا اس لیے میں نے اپنے ہاتھ سے جلدی جلدی ایک گڈھا کھودا اور اس پر کپڑے کا پردہ کر دیا حضرت نے دیکھ کر فرمایا مجھے جنگل کی عادت ہے چنانچہ جنگل ہی تشریف لے گئے اور مدرسہ کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ بڑی بے سر و سامانی میں یہاں پر تیرا کام ہو رہا ہے اے اللہ تو اس کو قبول فرما کر خصوصی نصرت کا معاملہ فرما۔ یہ آج جو اتنی بڑی عمارت نظر آرہی ہے یہ حضرت ہی کی دعاؤں کی برکت کا نتیجہ ہے۔

اس گفتگو میں رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ حضرت نے ہم لوگوں سے واپسی کا نظام دریافت کیا چونکہ ہم لوگوں نے رات ہی میں واپسی کا قصد کیا تھا اور وہ عرض کر دیا چنانچہ حضرت نے بخوشی اجازت دیدی

(باقی ص ۱۲ پر)

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

ماں کی تعلیم وتربیت کا ایک مثالی واقعہ

خورشید ابوہریرہ

ایک جانباز گھوڑے پہ سوار تلوار میان میں لٹکائے نیزہ ہاتھ میں لیے مدینہ کی گلیوں سے گذر رہا تھا وہ ماضی کی یادوں (شہنائیوں) کو آواز دیتے ہوئے ایک گھر کے قریب ٹھہر گیا۔ گویا اس کے کانوں نے لبیک کی صدا سن لی ہو۔ نگاہ اٹھائی اور مکان کو ایک نظر دیکھا پھر نیزہ سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پاکر ایک ستائیس سالہ نوجوان نے باہر آتے ہوئے کہا۔ دشمن خدا تم ہمارے گھر پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ نوجوان کو دیکھ کر نو وارد شخص آپے سے باہر ہوگیا اور غصہ میں کہا، اے اللہ کے دشمن، تو نے ہمارے حرم میں بلا اجازت داخل ہو کر ہماری غیرت کو للکارا ہے، تجھے چھوڑوں گا نہیں ابھی اس کا مزہ چکھا دوں گا شور وغوغا بلند ہو۔ اور دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے آواز سن کر پڑوسی حیران ہو گئے ان کی حیرانی اس وقت بڑھ گئی جب انھوں نے دیکھا کہ فقیہ مدینہ (نوجوان) ایک نو وارد شخص سے دست بہ گریباں ہیں، اتنے میں مالک بن انس بھی آگئے انھوں نے نو وارد شخص سے کہا، محترم بزرگوار! آپ کو اس گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں ملا تھا؟ نو وارد نے کہا: یہ گھر میرا ہے اور میں فروخ ہوں (اتنا سننا تھا کہ نوجوان کی ماں گھر سے باہر آئیں) اور کہا یہ میرے شوہر ہیں اور یہ آپ کا بیٹا ہے جسے آپ نے جہاد پر روانگی کے وقت میرے شکم میں بطور امانت چھوڑ رکھا تھا۔ یہ سنتے ہی دونوں کے جذبات بے قابو ہو گئے، سب گلے مل گئے۔ اور محبت سے لبریز نگاہیں بہت دیر تک خوشی کے آنسو بہاتے رہیں۔

فروخ بنوامیہ کے عہد خلافت میں جہاد کے لیے خراسان چلے گئے تھے، وہ ستائیس سال کے بعد گھر واپس آئے تھے انھوں نے تیس ہزار دینار بطور امانت رکھ چھوڑا تھا۔ اس وقت ان کے بیٹے ربیعۃ الرائی شکم مادر ہی میں تھے۔ پیدائش کے بعد ماں نے اچھی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا یہاں تک کہ وہ اپنے وقت کے بڑے فقیہ اور امام عصر کی حیثیت سے معروف ہو گئے، حتیٰ کہ امام مالکؒ اور حسن بصریؒ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

فروخ گھر میں گئے، بیوی سے ہم کلام ہوئے اور کہا: میری وہ امانت جو تمہارے پاس تھی کہاں ہے؟ بیوی نے کہا میں نے اسے بحفاظت دفن کر دیا ہے ابھی نکالتی ہوں، اس وقفہ میں ربیعۃ الرائی مسجد میں گئے، جہاں امام مالکؒ، حسن بصریؒ شرفاء مدینہ اور بہت سے طالبان علوم دینیہ کا حلقہ لگا ہوا تھا، آپ درمیان حلقہ مسند درس پہ جلوہ افروز ہو گئے۔ اور تشنگان علوم دینیہ کو کتاب وسنت کے چشمۂ صافی سے سیراب کرنے لگے۔

دوران گفتگو بیوی نے اپنے شوہر فروخ سے کہا: ذرا مسجد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جاکر نماز تو پڑھ لیجیے فروخ مسجد پہونچے، ایک جم غفیر دیکھا اس کے قریب گئے۔ اس وقت ربیعۃ ایک بلند ٹوپی لگائے سر جھکائے درس دے رہے تھے۔ ان کے والد پہچان نہ سکے اور پوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ جواب ملا: ربیعۃ بن فروخ ہیں۔ یہ سن کر فروخ بہت خوش ہوئے، بول اٹھے بار الٰہا! میرے بیٹے کو ہمیشہ بلند وبالا رکھ۔ اور اسی طرح دعائیں دیتے سرشار گھر لوٹے، بیوی سے کہا، میں نے تمہارے بیٹے کو علم وفضل کے اس مقام پر فائز دیکھا کہ اس سے پہلے میں نے کسی صاحب علم کو اس مقام پر نہیں دیکھا۔ تب بیوی نے کہا، اب یہ بتائیے کہ تیس ہزار دینار آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا بیٹے کا یہ علم ومرتبہ؟ فروخ نے کہا بخدا یہ دوسری چیز ہی ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے، بیوی نے کہا، میں نے آپ کا سارا مال بیٹے کی تعلیم وتربیت پر صرف کر دیا ہے۔ فروخ نے بے ساختہ فرمایا اللہ کی قسم! تم نے میرا مال ضائع نہیں کیا

قارئین کرام! مذکورہ واقعہ سے جہاں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان غیور ہوتا ہے وہیں تعلیم وتعلم کی فضیلت واہمیت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں اس بات کا بھی درس ملتا ہے کہ تربیت اولاد میں والدین کا بڑا حصہ ہے۔ اگر انھوں نے اپنے اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا تو انجام کار بڑا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہنا چاہیے، تاکہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔

(بشکریہ نوائے اسلام مئی ۱۹۹۶ء)

شریعت کا عملی زندگی میں نفاذ

دعوت کا ایک بہترین ذریعہ

مولانا واضح رشید ندوی ——— ترجمہ: محمد شاہ نواز عالم سنبھلی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

مذہب اسلام اپنی طویل تاریخ کے مختلف ادوار میں فکری، عسکری، ثقافتی چیلنجوں پر برابر فتح وکامیابی حاصل کرتا رہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو رفعت وبلندی سے نوازا ہے اسی طرح اس دین کے پیروکاروں اور متبعین کو بھی رتبۂ بلند سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور انھیں ہر زمانہ اور ہر دور میں دوسرے لوگوں کے لئے اسوہ ونمونہ بنایا ہے، جو باطل تہذیبوں اور غلط عقائد کے سخت اور تند وتیز تھپیڑوں میں غرق انسانیت کی رہنمائی ودستگیری کرتے رہے ہیں، چنانچہ آج بھی بادصرصر کے تند وتیز تھپیڑے اور فتنے کوئی نیا مسئلہ نہیں اس طرح کی آزمائشوں اور فتنوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بار بار سابقہ پڑ چکا ہے۔ اسی طرح مسئلہ نہ مادی وسائل وذرائع کا ہے، اور نہ اسلام مخالف طاقتوں وقوتوں کے گٹھ جوڑ اور اسلام کے خلاف متحد ہو جانے کا، مذہب اسلام اپنے مخصوص طریقۂ کار اور اسلوب کے ذریعہ ان تمام اسلام مخالف طاقتوں وقوتوں پر غالب آسکتا ہے۔ تاریخ اسلام کی صلاحیت، اور اس کے متبعین کی حکمت وتدبر اور حالات سے نبرد آزما ہونے کے قصوں سے تاریخ بھری پڑی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حق ہی فتح ونصرت سے ہمکنار ہوتا ہے خواہ اسے اپنی راہ میں کتنی ہی رکاوٹوں اور دشواریوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے، آخرکار اس کا چہرہ گرد وغبار کی اوٹ سے صاف وشفاف نمودار ہوتا ہے، خواہ اس کے چہرہ پر کتنی ہی زیادہ گرد وغبار کیوں نہ اڑائی گئی ہو۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسلام کو اس کے تمام تر شعبائے حیات کے ساتھ اختیار کیا جائے، محض رسمی اسلام اور زبانی دعوے کافی نہیں، آج پریشان کن اور باعث تشویش مسئلہ صرف مسلمانوں کے طریقۂ کار اور ان کی اپنی زندگی کے نہج کا خاص طور سے ان مسلمانوں کا جو بڑے زور وشور کے ساتھ اسلام کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بانگ دہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ان کا مقصد اصلی مذہب اسلام کی خدمت، اس کی نشر واشاعت، اس کے دشمنوں اور زمانہ کی لغویات اور افتراء پردازیوں کا دنداں شکن جواب دینا، اپنی انفرادی اجتماعی، معاشرتی زندگی میں اس کی تعلیمات کا نفاذ، نیز زندگی کی تعمیر اور اسے بامقصد بنانے میں اسلام کی قدرت وصلاحیت کا زندۂ جاوید نمونہ پیش کرنا ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آج عالم اسلامی کے مختلف گوشوں وعلاقوں میں سرگرم وپرجوش داعیان اسلام، مجاہدین، اسلام پسند اور اسلام نوازوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ جو اسلام کی راہ میں تن، من، دھن کی بازی لگائے ہوئے ہے اور تکالیف ومشقتوں کو جھیلتی اور برداشت کرتی ہے۔

لیکن آج کا المیہ یہ ہے کہ وہ سب عالم اسلام کے مختلف گوشوں وحصوں میں منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں، وہ کسی ایک اجتماعی قوت، اجتماعی وجود سے یکسر محروم ہیں، جسے دیکھ کر ایک متحرک اسلامی اقدار پر عمل پیرا اسلامی معاشرہ کا تصور کیا جاسکے۔ چنانچہ جہاں آج داعیان اسلام کے لئے ایک متحدہ پلیٹ فارم کی ضرورت ہے وہیں ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے طریقۂ کار اور نقطۂ فکر میں ٹکراؤ نہ ہو، ان کی کوششوں میں تناسب وہم آہنگی پائی جائے، ان کا رخ متعین ہو، اور وہ اپنی رفتار، کارکردگی، اور کامیابی کا جائزہ لیتے رہیں اور اپنا محاسبہ کرتے رہیں کہ کس حد تک اسلام ان کی عملی زندگی میں سرایت کر رہا ہے، اور وہ ان کے رگ وریشہ میں پیوست ہو رہا ہے، حتیٰ کہ وہ ان کی امتیازی صفت اور پہچان بن جائے جس کے ذریعہ وہ ہر جگہ دور سے پہچانے جاسکیں، موجودہ مسلم معاشرہ اسلامی طرز زندگی اور زندگی کے ان شعبوں میں جن میں انھیں آزادیٔ عمل حاصل ہے خالی ہے، اسلامی تعلیمات کے نفاذ واجراء کے بغیر طاغوتی قوتوں اور شیطانی طاقتوں سے نبرد آزمائی ناممکن ہے۔ اور نہ اس کے بغیر اسلام کی دعوت میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اسلامی تحریکوں اور ان کے قائدین کا خیال ہے کہ اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری حکومتوں اور سربراہان مملکت پر ہے، یہ صحیح نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس کام کی انجام دہی اور اسے پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی ذمہ داری خود مسلمانوں اور اسلامی جماعتوں ہی پر عائد ہوتی ہے زندگی کے بہت سے شعبے ایسے ہیں جن کا تعلق ذاتی زندگی سے ہے۔

شریعت کو آزادانہ طور پر زندگی کے ان شعبوں میں نفاذ سے اللہ کے لئے کوئی ایسی پریشانی ومشکل نہیں ہے جو اس کام کے لئے رکاوٹ اور

سدِّراہ ہو۔

شریعت اسلامیہ کو آزادانہ و رضامندانہ طور پر روزمرہ کی زندگی، اسلامی اداروں مدارس کالجوں، یونیورسٹیوں، کارخانوں، فیکٹریوں وغیرہ میں نفاذ، نیز روزمرہ کی زندگی میں امت اسلامیہ کو جو آزادی حاصل ہے اس میں اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے سے ان کے لئے کوئی چیز حائل و مانع نہیں ہے۔ چنانچہ اس وقت جبکہ مسلمانوں اور معاشرہ کے بااثر طبقے کی زندگیوں کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں نمایاں تبدیلی واقع ہوگی تو یقیناً ہمارے اندرون معاشرہ سے اسلامی انقلاب و بیداری کی لہر اٹھے گی اور ان شاء اللہ دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے کرۂ ارضی پر بسنے والے تمام انسانوں کو محیط اور شامل ہو جائے گی۔

درحقیقت مسلم قوم نے ایک عرصۂ دراز سے خودداری و خودشناسی، اسلام کے ماضی، اپنے اسلاف، تاریخ میں ان کے درخشاں اور ثبت نقوش پر فخر و ناز کرنے میں گزارا ہی ہے، جبکہ دوسری طرف مغرب نے اپنی پوری طاقت و قوت مسلم قوم کے اس دعویٰ کی بنیاد کو ختم کرنے و مسخ کرنے، نیز پورے عالم کو اس دعویٰ کے بے بنیاد و بے حقیقت، خوش فہمی و حسن ظن پر مبنی باور کرانے میں اپنی تمام کوششیں صرف کردی ہیں، نیز مغرب نے اپنے اس پروپیگنڈہ کی حقانیت و سچائی پر موجودہ مسلمانوں کی زندگیوں سے دلیل اور سند جواز حاصل کی ہے۔

مغرب نے اپنے اس پروپیگنڈہ کے ذریعہ سادہ لوح اور ناتجربہ کار مسلمانوں کو بجد متاثر کیا ہے اور انھیں اپنے دام فریب میں گرفتار اور اسیر کر لیا ہے، جن مسلمانوں نے مغرب کے اس غلط اور بے حقیقت پروپیگنڈہ کا جواب دینے کی کوشش کی ان کی آواز محض صدا بصحرا ثابت ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں خود مسلمانوں کی زندگیوں میں بنیادی تبدیلی سے ہی تغیر واقع ہو سکتا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی زندگیوں میں یہ بنیادی اور نمایاں تبدیلی مسلمانوں کے دعویٰ اور قول کی تصدیق کر سکے، اور ان سے قربت اختیار کرنے والوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ اپنے مذہب و دین کی تعلیمات کے مطابق اپنے طرز زندگی نیز مذہب کے ذریعہ ایک ابدی و لازوال سعادت و خوش بختی کی تمنا زندگی کرتے ہیں۔

آج مسئلہ آزادی عمل کے اختیار کے حصول کا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسلامی تعلیمات پر آزادیٔ عمل کا اختیار ہر ایک شخص کو پورا پورا حاصل ہے، چنانچہ روزمرہ کی زندگی، اخلاق، معاملات، دنیا و آخرت کے حصول کے لئے سعی و کوشش کرنے میں کوئی بھی چیز رکاوٹ اور سدِّراہ نہیں ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دین و دنیا کے امتزاج کا ہمارے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔

ہم مسلمانوں نے ایک طویل مدت حکومتوں سے اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے میں صرف کی ہے تو آخر ہمارے لئے اسلامی تعلیمات کو اپنی انفرادی، اجتماعی اور روزمرہ کی زندگی میں حاصل ہونے والے آزادی عمل میں اسلامی تعلیمات کے نفاذ سے کیا چیز مانع اور رکاوٹ ہے۔

لہٰذا داعیان اسلام، اسلام نوازوں و اسلام پسندوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس جانب توجہ مبذول کریں، اور روزمرہ کی زندگی میں آزادی عمل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے اسلامی انقلاب و بیداری کو فروغ دیں، اس لئے کہ بہت سے شعبہائے حیات ایسے ہیں جن میں بغیر کسی پروپیگنڈہ، اپیل، مطالبہ، احتجاج کے محض رضامندانہ طور پر اسلامی شریعت کا نفاذ ممکن ہے۔ واللہ یہدی الی سواء السبیل۔

عالم اسلام کے ممتاز اہل قلم اور داعی

مولانا محمد الحسنی رح

مؤسس البعث الاسلامی

کی فکر انگیز تصنیف

-اور-

دعوت و ادب کا ایک عظیم شاہکار

الاسلام الممتحن

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ — صفحات ۳۰۴

عمدہ کتابت بذریعہ کمپیوٹر، دیدہ زیب طباعت — ہدیہ/۶۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹھ، فالج دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ

اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور چکبٹی لکھنؤ۔

نوٹ:- جاذس، دھات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

(دوسری و آخری قسط)

ختم نبوت انعام خداوندی اور امتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

"قادیانیت کا وجود اور اس کا اصل محرک و سرپرست"

علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے صورت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے ربع اول میں ہندوستان کے مشہور و معروف مجاہد حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) نے جہاد کی تحریک چلائی اس سے مسلمانوں میں جہاد اور قربانی کی آگ بھڑک اٹھی۔ ان کے سینوں میں اسلامی شجاعت اور حوصلہ مندی موجزن ہونے لگی اور وہ ہزاروں کی تعداد میں سر ہتھیلیوں پر لیے ہوئے اس تحریک کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، جس کی سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لیے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں۔

معتبر تاریخی روایات اور معاصر باخبر شخصیتوں کی شہادت ہے کہ سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت و توبہ کرنے والوں کی تعداد ۳۰ لاکھ تھی اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۴۰ ہزار تک پہونچتی ہے۔[1] یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم ہونے کے خطرہ کا سب سے پہلے احساس (سلطان ٹیپو شہید ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء کے بعد) انھیں کو اور ان کی جماعت کو ہوا، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ سے (جس کو غدر سے تعبیر کیا جاتا ہے) بہت پہلے ان کو اس خطرہ کا مقابلہ کرنے اور ملک کو اس سے بچانے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ انھوں نے اس وقت کے مہاراجہ گوالیار دولت راؤ سندھیا اور ان کے وزیر ہندو راؤ کو جو خط لکھا اس میں صاف طور پر تحریر فرمایا:

"یہ بیگانگان، بعید الوطن و تاجران متاع فروش، ہمارے ملک پر قابض ہوتے جا رہے ہیں آیئے ہم آپ مل کر ان کا مقابلہ کریں اور ملک کو اس خطرہ سے محفوظ کریں پھر بعد میں دیکھا جائے گا کہ کون سی ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے، اور کس کو کیا اختیار دیا جائے۔"

انگریزی اقتدار کا مقابلہ کرنے میں بھی بہت بڑا ہاتھ ان کی جماعت کے مجاہدین کا تھا۔[2] واقفین جانتے ہیں کہ اس بیعت سے عقیدہ کی تصحیح، توحید خالص، اتباع سنت، عمل بالشریعت اور تزکیۂ نفس کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ اور عزم بھی واضح اور طاقتور طریقہ پر پیدا ہوتا تھا۔

اس کی ایک مثال اور ثبوت یہ ہے کہ بہادر شاہ ظفر کے افواج کے کمانڈر جنرل بخت خاں جن کے سپرد خاص طور پر انگریزی افواج سے جنگ اور مقابلہ کی ذمہ داری تھی، کہتے ہیں کہ میں جب سید صاحبؒ کے مشہور اور جلیل القدر خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری سے بیعت ہوا تو انھوں نے بیعت کے دوران مجھ سے یہ وعدہ بھی لیا کہ میں افواج سے جنگ بھی کروں گا۔

ہندوستان میں نوخیز انگریزی اقتدار کے اس جماعت کے مجاہدین سے خوف و خطرہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۲ مئی ۱۸۶۴ء کو انبالہ عدالت میں انگریز جج ایڈورڈس نے مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی، مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولوی محمد جعفر تھانیسری اور مولانا عبدالرحیم صادق پوری کو حکومت انگریزی کے خلاف سازش اور جد و جہد کی بنا پر پھانسی دیئے جانے کا حکم سنایا، لیکن یہ حکم سن کر ان کے چہرے پر ایسی مسرت ظاہر ہوئی کہ جج دیکھ کر حیران رہ گیا جب ایک انگریز افسر نے اس کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ "میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا کہ پھانسی کا حکم سنایا جائے

---

[1] ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سر ولیم ہنٹر کی کتاب (OUR INDIAN MUSALMANS)

اور پھانسی پانے والے ایسے خوش اور مطمئن ہوں"! اس پر مولوی محمد جعفر صاحب نے جواب دیا کہ ہمیں اس کی خوشی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شہادت کی نعمت نصیب فرمائی، تم بےچاروں کو اس کا مزا کیا معلوم؟ دوسرے دونوں ملزموں نے بھی اسی مسرت کا اظہار کیا پھانسی گھر میں بھی ان چاروں ملزموں کے مسرت و بشاشت کا یہی حال تھا۔

انگریز ان قیدیوں کے سرور و نشاط کو دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتے، اور ان سے پوچھتے کہ تم موت کے دروازہ پر ہو، اور کچھ دن میں تم کو پھانسی ہونے والی ہے، لیکن تمہارے اوپر اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا، وہ جواب دیتے ہیں کہ اس شہادت کی وجہ سے جس کے برابر کوئی نعمت و سعادت نہیں، یہ حضرات کچھ عرصہ پھانسی گھر میں رہے اور انگریز حکام کے لیے یہ مسئلہ ایک معمہ بن گیا، بالآخر ایک دن انبالہ کا حاکم ضلع (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) جیل میں آیا اور اس نے ان تینوں کو خطاب کر کے کہا:-

"اے باغیو! چونکہ تم پھانسی کے خواہشمند ہو اور اس کو راہِ خدا میں شہادت سمجھتے ہو اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنی دلی مراد کو پہونچو اور خوشی سے ہم کنار ہو، اس لیے ہم پھانسی کا حکم تبدیل کر کے تم کو جزائر انڈمان میں عمر قید (حبس دوام بعبور دریائے شور) کی سزا دیتے ہیں۔"

مولانا یحییٰ علی نے چار سال کے بعد جزائر انڈمان کے پورٹ بلیر میں وفات پائی، مولوی محمد جعفر تھانیسری ۱۸ سال قید باشقت کے بعد رہا ہوگئے، مولانا احمد اللہ صاحب رہا ہو کر ہندوستان آگئے۔

ادھر کچھ عرصہ کے بعد سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی نے جہاد اور مہدویت کا نعرہ بلند کیا جس سے سوڈان میں برطانیہ کا اقتدار متزلزل میں آگیا۔ اس کو معلوم تھا کہ یہ چنگاری اگر بھڑک اٹھی تو قابو میں نہیں آئے گی اور پھر سید جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد اسلامی کو اس نے پھیلتے اور مسلمانوں میں مقبول ہوتے دیکھا، انگریزی حکومت نے ان سب خطرات کو محسوس کیا، اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا، اس کو معلوم تھا کہ ان کا طرح دینی مزاج ہے، دین ہی انہیں گرماتا ہے اور دین ہی انہیں ٹھنڈا کر سکتا ہے، لہٰذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد پر اور ان کے دینی میلان اور نفسیات پر قابو پایا جائے۔ مسلمانوں کے مزاج میں درخور حاصل کرنے کے لیے دین کے سوا کوئی ذریعہ نہیں،

اس مقصد کے لیے برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں سے کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ انھیں حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے، یہ حربہ تھا جو برطانوی حکومت نے اختیار کیا کیوں کہ مسلمانوں کا مزاج بدلنے کے لیے کوئی حربہ اس سے زیادہ کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی، جو ذہنی انتشار کے مریض[1] تھے اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کے بانی بنیں، ان کے کچھ متبعین اور موافقین ہوں اور تاریخ میں ان کا ویسا ہی نام اور مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے، انگریز کو اس کام کے لیے موزوں شخص نظر آئے اور گویا انہیں ان کی شخصیت میں ایک ایجنٹ مل گیا جو ان کے اغراض کے لیے مسلمانوں میں کام کرے۔ چنانچہ انھوں نے بڑی تیزی سے کام لینا شروع کیا۔ پہلے منصب تجدید کا دعویٰ کیا پھر ترقی کر کے امام مہدی بن گئے کچھ دن اور گذرے تو مسیح موعود ہونے کی شہادت دی اور آخر کار نبوت کا تخت بچھا دیا اور انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہو گیا۔ ان بزرگ نے اپنا پارٹ بڑی خوبی سے ادا کیا۔

اور انگریز نے بھی اس تحریک کی سرپرستی میں کوئی کمی نہیں کی، اس کی حفاظت بھی کی اور ہر طرح کی سہولتیں اس کام میں بہم پہونچائیں مرزا صاحب نے بھی گورنمنٹ کے ان احسانات کو فراموش نہیں کیا، اور ہمیشہ وہ اس بات کے معترف رہے کہ ان کا نمود برطانیہ عظمیٰ کا رہین منت ہے، چنانچہ اپنی ایک تحریر میں خود کو حکومت برطانیہ کا "خود کاشتہ پودا" قرار دیا ہے' وہ اپنی اس درخواست میں جو لفٹنٹ گورنر پنجاب کو ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء میں پیش کی تھی لکھتے ہیں:

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس[1] سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت

---

[1] اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنھیں دیکھ کر ایک مؤرخ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ ان میں اہم ترین اور حقیقی سبب کسے قرار دیا جائے جس نے ان سے یہ ساری حرکات سرزد کروائیں، (۱) دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور نبوت کے نام سے پورے عالم اسلامی پر چھایا جائے (۲) وہ مالیخولیا جس کے بار بار تذکرہ سے ان کی ان سے متعلق اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں (۳) مبہم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مفادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گزاری اور نمک حلالی۔

گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے۔ اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائیے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں[3]"۔

اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گذاریوں کو گنا تے ہوئے لکھتے ہیں:-

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس[5] الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہونچا دیا ہے[1]"۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہونچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں، تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں، اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال "جہاد" وغیرہ کو دور کردوں، جو ان کی دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں[1]"۔

اور اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:-

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھتے جائیں گے، ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی جہاد کا انکار کرنا ہے[2]"۔

ایک جگہ اور کہتے ہیں کہ:-

"میں نے بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے، چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہونچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک (ہندوستان) پر بھی پڑا ہے: اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوجاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام ملک کے لیے بڑی برکت ہیں۔ اور گورنمنٹ کے لیے دلی جاں نثار ہیں[3]"۔

مرزا غلام احمد صاحب کی اس تحریک ان کی اس جماعت نے انگریزی حکومت کے لیے بہترین جاسوس اور بڑے سچے دوست اور جاں نثار فراہم کیے، اس گروہ کے بعض چیدہ اشخاص نے ہند اور بیرون ہند میں انگریزی حکومت کی بیش قیمت خدمات انجام دیں اور اس سلسلہ میں جانی قربانی تک سے دریغ نہیں کیا۔ جیسے عبد اللطیف صاحب قادیانی جو افغانستان میں مذہب قادیانی کی تبلیغ اور جہاد کی مخالفت کرتے تھے، ان کو حکومت افغانستان نے قتل کیا کیونکہ ان کی دعوت سے اس بات کا خطرہ تھا کہ افغان قوم کا وہ جذبۂ جہاد اور حوصلۂ جنگ فنا ہوجائے جس کے لیے وہ دنیا بھر میں مشہور ہے، ایسے ہی ملا عبد الحلیم قادیانی اور ملا نور علی قادیانی اسی انگریزی حکومت کے لیے افغانستان میں فنا کے گھاٹ اترے کیونکہ ان کے پاس سے حکومت افغانستان کو کچھ ایسے خطوط اور کاغذات دستیاب ہوئے جن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں برطانوی حکومت کے ایجنٹ ہیں، اور حکومت افغانستان کے خلاف سازش میں مشغول ہیں جیسا کہ افغانستان کے وزیر داخلہ کے ۱۹۲۵ء کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے اور قادیانیوں کے سرکاری اخبار "الفضل" نے اپنی ۳ر مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں اس بیان کو نقل کیا، اور اس قربانی پر بڑے فخریہ انداز میں تبصرہ کیا۔

علیٰ ہٰذا یہ قادیانی جماعت اپنے دور آغاز سے اب تک برابر تمام قوم پرور و وطن دوست تحریکات سے کنارہ کش رہی، ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس نے کوئی حصہ لیا، نہ ان کے بعد، اور صرف یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی تیز و جراحت میں پوری قزاقوں کی ٹولی (مستعمرین) کے ہاتھوں عالم اسلام پر جو مصائب ٹوٹ رہے تھے وہ ان کے لیے موجب غم نہیں باعث مسرت تھے انھیں

---

[1] خطوط۔ [2] تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۹

[1] "تریاق القلوب" از مرزا قادیانی۔

[1] ضمیمہ شہادت القرآن، از مرزا طبع ششم

[2] ضمیمہ شہادۃ القرآن از مرزا طبع ششم

[3] عریضہ بعالی خدمت عالیہ انگریزی من جانب مرزا غلام احمد،

کبھی عام زندگی سے اسلامی مسائل سے یا الخ اسلامی تحریکات سے جو اسلامی حمیت یا سیاسی شعور کا نتیجہ تھیں اور ان کی دلچسپیوں کا دائرہ صرف وفات مسیح، حیات مسیح، نزول مسیح، اور نبوت مرزا غلام احمد پر بحثوں اور مناظروں تک محدود رہا۔

مرزا صاحب کا خاندان انگریزی حکومت سے جو پنجاب میں نئی نئی قائم ہوئی تھی، شروع سے فرمانبردارانہ و مخلصانہ تعلق رکھتا تھا۔ اس خاندان کے متعدد افراد نے اس نئی حکومت کی ترقی، اور اس کے استحکام میں جانبازی اور جاں نثاری سے کام لیا تھا، اور بعض نازک موقعوں پر اس کی مدد کی تھی، مرزا صاحب کتاب البریہ کے شروع میں "اشتہار واجب الاظہار" میں لکھتے ہیں:-

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرا والد مرزا مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار و خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی، اور جن کا ذکر مسٹر گرافن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی، یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانۂ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے، ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودیٔ حکام ان کو ملی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں، مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں، ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں، میرے دادا صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔"[1]

وفات:-

مرزا غلام احمد صاحب نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا تو علمائے اسلام نے ان کی تردید اور مخالفت شروع کی، تردید اور مخالفت کرنے والوں میں مشہور عالم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مدیر اہل حدیث پیش پیش اور نمایاں تھے، مرزا صاحب نے ۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار جاری کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:-

"اگر میں ایسا ہی کذاب و مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب و مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے یعنی طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

اس اشتہار کے ایک سال بعد ۲۵ر مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب بمقام لاہور بعد عشاء اسہال میں مبتلا ہوئے۔ اسہال کے ساتھ استفراغ بھی تھا۔ رات ہی کو علاج کی تدبیر کی گئی، لیکن ضعف بڑھتا گیا اور حالت دگرگوں ہو گئی بالآخر ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء سہ شنبہ کو دن چڑھے آپ نے انتقال کیا، مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کا بیان ہے:-

"حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا جب میں حضرت صاحب کے پاس پہونچا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا:-

میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن ۱۰ر بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔"[2]

جبکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزا صاحب کی وفات کے پورے چالیس برس بعد ۱۵ر مارچ ۱۹۴۸ء میں ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۴

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرۃ المہدی باب ثانی فصل دوم

نفع کی تجارت

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق دیا ہے، کھلے اور چھپے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں، جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ (القرآن)

مولانا سید واضح رشید ندوی ایڈیٹر الرائد اور استاذ ادب دار العلوم ندوۃ العلماء کو

صدر جمہوریہ کا عربی ادب ایوارڈ

صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے اس سال عربی زبان و ادب کی خدمات میں "عربی ادب ایوارڈ" دار العلوم ندوۃ العلماء کے ادب عربی کے استاذ مولانا سید واضح رشید ندوی کو دیا گیا۔

مولانا واضح رشید ندوی ادب کے استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی کے کہنہ مشق صحافی اور انشاء پرداز ہیں دار العلوم ندوۃ العلماء کے عربی پندرہ روزہ الرائد کے ایڈیٹر ہیں۔

الرائد — ہندوستان کے علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بلاد عربیہ کے مسائل پر نیز مسائل حاضرہ پر موثر انداز میں مضامین لکھتا ہے، مولانا واضح رشید ندوی کے مضامین کے ترجمے تعمیر حیات اور ہند و پاک کے دیگر رسالوں میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں

مولانا واضح رشید ندوی صاحب نے مولانا عبد الباری ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب "مذہب و عقلیات" کا عربی میں ترجمہ کیا جو بلاد عربیہ میں بڑی قدر کی نظر سے دیکھا گیا۔ ان کا دار العلوم ندوۃ العلماء کے ادب عربی کے جدید نصاب کی تیاری میں اہم رول رہا ہے، چنانچہ "تاریخ ادب عربی" کی ترتیب میں حصہ لیا ہے۔ ان کے کئی عربی رسائل بھی ہیں، "ادب الصحوۃ الاسلامیۃ" بھی ان کی اہم کتاب ہے۔ اس سال عربی قابلیت کا دوسرا انعام مولانا عبید الرحمن شیروانی کے صاحبزادہ نواب فضل الرحمن خاں شیروانی سابق استاذ علی گڑھ یونیورسٹی کو ملا ہے۔ ندوی حلقہ میں اس سے قبل یہ موقر ایوارڈ عربی زبان و ادب کی نمایاں خدمات انجام دینے پر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا عبد الحلیم ندوی، مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ، ندوۃ العلماء، پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی سابق پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی پروفیسر محمد راشد ندوی، ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی، پروفیسر و صدر شعبہ عربی کالی کٹ یونیورسٹی کیرالا وغیرہ کو بھی مل چکا ہے

(بقیہ)

اداریہ

مرحوم کی بڑی قدر محسوس کرتے تھے، چنانچہ ان کے سانحۂ ارتحال سے بہت رنجور ہوئے، اور اس کو ایک بڑا سانحہ قرار دیا، دار العلوم ندوۃ العلماء میں مولانا مرحوم کے سلسلہ میں جو جلسۂ تعزیت منعقد ہوا اس میں مولانا مدظلہ نے اپنے اس احساس کا خصوصی اظہار فرمایا، مولانا مرحوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے، ندوۃ العلماء نے اس حیثیت سے بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو ایک بڑا رنجدہ واقعہ سمجھا اور اس کے مہتمم و معتمد و اساتذہ مع طلباء کی ایک تعداد کے جنازہ کی مشایعت کے لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وطن متھورا گئے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جو اہم خصوصیت تھی جو اس زمانہ میں کم لوگوں میں ہوتی ہے وہ وہ باوجود علم و فضل و دینداری کے منکسر المزاجی اور سادہ و فقیرانہ زندگی پر قناعت تھی، نام و نمود سے دور اور ہمدردی و خیر خواہی پر ہمہ وقت عامل تھے اپنی اس خصوصیت کی بنا پر ساری زندگی سفروں کی مشقت اور بڑی زندگی میں مجاہدہ میں گذار دی جس سے سلف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، ان کی وفات سے امت اسلامیہ کے مخلص اور خدا ترس خادموں کے دائرے میں ایک بڑی کمی واقع ہو گئی ہے جو عرصہ تک محسوس کی جائے گی، سال بھر کے اندر علماء دین و صلحاء کی جماعت میں کئی شخصیتیں اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں اور امت کو ان کا خسارہ برداشت کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خسارہ کو دور فرمائے، اور ملت کے ان عظیم فرزندوں اور بزرگ رہنماؤں کی حیات کو تادیر سلامت رکھے جن کا فیض امت کو حاصل ہے اور جن کی خیر و برکت جاری ہے۔

نجیب الرحمٰن (عالیہ ثانیہ شریعہ)

ایک ماہ کی تعطیل گرما کے بعد ۲۲ جون ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم کھل گیا تھا، طلبہ جوق درجوق اپنے گھروں سے واپس آگئے۔ اور دارالعلوم کی فضا پھر قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں سے گونجنے لگی۔ اور طلبہ اپنی تمام تر علمی مشغولیتوں میں مصروف ہوگئے۔

مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی کا محاضرہ

یکم جولائی ۹۷ء کو مولانا عتیق احمد صاحب بستوی کے برطانیہ و شام کے سفر سے واپسی پر طلباء دارالعلوم کی درخواست پر ایک تأثراتی محاضرہ ہوا۔ مولانا نے اپنے محاضرہ میں کہا کہ "برطانیہ کا سفر کوئی اہم نہیں ہے لیکن شام سے ہمارا خاص تعلق ہے۔ شام دینی اور جغرافیائی نقطۂ نظر کے علاوہ سیاسی نقطۂ نظر سے بھی بہت اہم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس ملک کے لیے بشارت دی تھی کہ وہاں علماء و صلحاء آتے رہیں گے۔ یہ وہ ملک ہے جس کی بیشتر فتوحات صحابہ کرامؓ کے ذریعہ ہوئیں اور وہاں کے اکثر قبیلوں نے صحابہ کرامؓ ہی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا آج بھی پورا ملک مساجد سے معمور ہے اور آبادی کا ۸۰ فیصد حصہ صرف مسلمانوں پر مشتمل ہے، مساجد کے ذریعہ وہاں دین کی خدمات انجام دی جاتی ہیں اور ہر مسجد میں یہ نظم چل رہا ہے کہ وہاں کے بڑے علماء کرام کا ہفتہ میں دو روز درس ہوتا ہے جس میں نوجوان بڑی کثرت سے شریک ہوتے ہیں"۔ مولانا نے شام میں اپنے ایک ہفتہ قیام کے دوران دمشق، حرب، رحمی اور حمص کے علاوہ دیگر مشہور مقامات بھی دیکھے اور وہاں کے بڑے بڑے علماء و ادباء سے ملاقاتیں بھی کیں، مولانا کا یہ سفر شیخ نواب حسین افغانی (جو ان دنوں لندن میں مقیم ہیں) کی کتاب "حج انسائیکلوپیڈیا" پر نقد و تصحیح کے سلسلے میں ان کی دعوت پر ہوا تھا۔

بزم مناقشہ:

موجودہ زمانہ میں میڈیا کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، حالات پر اس کی اثراندازی سے ہر شخص پوری طرح واقف ہے۔ اگر ایک طرف اس کے ذریعہ حالات کی صحیح عکاسی کی جارہی ہے تو ساتھ ہی عداوت اور تعصب کے زیر سایہ میں بھی سرگرم عمل ہے۔ چنانچہ اس کے ہر دو پہلو پر بحث و مباحثہ کے لیے جمعیۃ الاصلاح نے ۱۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو مولانا زاہد حسین صاحب ندوی کی صدارت میں "موجودہ میڈیا اسلام کے لیے مفید یا غیر مفید" کے عنوان سے ایک بزم مناقشہ کا انعقاد کیا۔ جس میں طلباء کی دو ٹیموں نے شرکت کی اور دونوں ٹیموں نے اپنی اپنی باتیں دلائل کے ساتھ پیش کیں اور بالآخر منفی پہلو والی ٹیم اپنے قوی دلائل کی بنیاد پر کامیاب قرار پائی۔

مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کا محاضرہ:-

جمعیۃ الاصلاح ہی کی طرح انجمن النادی العربی بھی مستقل سرگرم عمل ہے اور وقتاً فوقتاً حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل علم حضرات کے محاضرات کا اہتمام کرتی رہتی ہے چنانچہ حال ہی میں دو اہم محاضرے ہوئے پہلا محاضرہ مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کا ۱۶ جولائی ۹۷ء کو "مسئولیۃ الطلاب نحو مواجہۃ التحدیات" کے عنوان سے جمالیہ ہال میں منعقد ہوا۔ مولانا نے اپنے اس اہم محاضرہ میں کہا کہ "آپ پورے ملک اور سارے عالم کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے سب سے پہلے اپنے چیلنجوں کا مقابلہ کریں اور اس کی ابتداء خود اپنی ذات سے کریں اور اپنے آپ کو اس لائق بنائیں کہ سارے چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں"۔

ششماہی امتحان:

ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ششماہی امتحان کا وقت آپہنچا اور طلبہ امتحان کی تیاریوں میں ہمہ تن گوش ہوگئے۔ ۳۱ جولائی تا ۹ اگست ۱۹۹۷ء، ۸ دنوں میں امتحان مکمل ہوگیا اور پھر تین روزہ مختصر سی تعطیل کے بعد تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا۔

مہتمم صاحب دارالعلوم کا خطاب

دوسرا محاضرہ ۱۴ اگست ۹۷ء کو مہتمم صاحب دارالعلوم مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کا "واجب الطلاب الإسلامی" کے عنوان سے ہوا۔ جس میں مولانا نے فرمایا کہ "آپ ایک انسانی تربیت گاہ میں ہیں جہاں عام انسانوں کو اصلاح و تربیت کے ذریعہ انسان کامل بنایا جاتا ہے اور آج دنیا کے سارے مسلمان مخلص قائدین کے محتاج ہیں، اور ان کی نظریں آپ پر جمی ہوئی ہیں لہٰذا آپ اپنے اندر اخلاص پیدا کریں اور عزم مصمم کرکے عملاً اس قیادت کو سنبھالنے کی راہ پر گامزن ہوجائیں"۔

یوم آزادی کے موقع پر جمعیۃ الاصلاح کا پروگرام:

آزادی ہند کے پچاس سال پورے ہونے پر ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء کو جبکہ پورے ملک میں بڑے ہی دھوم دھام اور زور و شور سے کروڑوں روپے کا اسراف کرکے آزادی کی گولڈن جبلی منائی جارہی تھی اس اس موقع پر طلبہ کو حقیقت حال سے روشناس کرانے کے لیے جمعیۃ الاصلاح کے اراکین نے "آزادی ہند حقیقت یا سراب" کے عنوان سے مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کو خطاب کرنے کی دعوت دی، مولانا نے آزادی ہند کی تاریخ دہراتے ہوئے کہا کہ "آج جن لوگوں کا نام تحریک آزادی میں بڑے فخر سے لیا جارہا ہے جنھیں شہنشاہ اور بابائے قوم پکارا جارہا ہے کیا یہی لوگ بانی تھے اس تحریک کے؟ آج تاریخ بالکل مسخ ہوچکی ہے۔ انگریزوں کے خلاف تحریک چلانے والے سب سے پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت اسماعیل شہیدؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان کے ساتھ مدارس کے وہ علماء و طلباء تھے جنھوں نے جنگی مشقیں کرکے متعدد جگہوں پر انھیں شکست فاش دی یہی وہ قوم ہے جس کی تعمیر کردہ جامع مسجد، تاج محل، دہلی، آگرہ اور گولکنڈہ قلعوں کے علاوہ متعدد تاریخی عمارتوں اور آثار قدیمہ کے ذریعہ آج دنیا بھر کے سیاح اس ملک کو لاکھوں اور کروڑوں کی مالیت کا سونا، ڈالر، ریال اور پونڈ کی شکل میں دیتے ہیں، لیکن تاریخ کو مسخ کرنے والوں نے یہاں تک ظلم کیا ہے کہ آج ملک کے سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں تربیت پانے والے قوم کے نونہالوں کے ذہن و دماغ کو اس حقیقت کی طرف پھٹکنے بھی نہیں دیا جاتا۔ اور ابتداء سے ان کے دل و دماغ پر صرف گاندھی نہرو اور پٹیل کو آزادی کا ہیرو نقش کردیتے ہیں۔ حالانکہ آزادی کے بعد جب قیام حکومت کا وقت آیا تو گاندھی جی نے مولانا آزاد سے کہا تھا کہ "خلافت اگرچہ مسلمانوں کا مذہبی شیوہ ہے لیکن اس مسئلہ پر ہندو مسلم ایک ہیں" مگر اس وقت ہمارے مسلم قائدین سے جو لغزش ہوئی وہ یہ کہ قیادت غیروں کے ہاتھ میں چلی گئی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو آزادی ملنی چاہیے وہ آج تک نہیں مل سکی اس ملک کا صدر جمہوریہ جو عملاً بے حیثیت ہوتا ہے وہ تو مسلمان ہوسکتا ہے لیکن وزارت عظمیٰ کسی مسلمان کو کیوں نہیں سونپی جاتی؟ کیا یہی انصاف ہے؟ آزادی اصلاً تو یہ ہے کہ پوری انسانیت ظلم و بربریت، جبر و استبداد، بداخلاقی و ناانصافی اور لوٹ کھسوٹ سے آزاد ہو لیکن یہ ملک انھیں صفات میں اول نمبر پر ہے جس کے نتیجے میں کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرتا جس دن کے اخبارات میں چوری ڈکیتی لوٹ مار، قتل و غارت گری اور زنا جیسی شنیع اور گھناؤنی حرکتوں کی متعدد خبریں نہ ہوتی ہوں اگر آزادی اسی کا نام ہے تو ایسی آزادی انہیں مبارک ہو، لیکن یہ یاد رکھیے کہ ایسے حالات میں صرف خاموش رہنے سے ہم بھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے بلکہ خدا کے سامنے ہماری بھی باز پرس ہوگی کہ تم نے ایسا کرنے والوں کو انسانیت سے بچانے کی دعوت نہیں دی"۔ یہ تقریر مسلسل سوا گھنٹہ تک ہوتی اور پھر دعاء کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید دی جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003
Tele.: Add Cupkelle Tel.: 3767220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجیے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی گزٹ میں سعودی وزارت اطلاعات کا ایک ہدایت نامہ شائع ہوا ہے جس میں سعودی حکام نے اپنے شہریوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ عورتیں اور لڑکیوں کو بے پردہ گھروں سے نکلنے کی اجازت نہ دیں۔ گزٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ مذہبی اسکالروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کو بے پردہ عورتوں کی وجہ سے سماج پر پڑ رہے منفی رجحانات کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا چاہئے، والدین اور شوہروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھروں کی عورتوں کو برقعہ لگائے بغیر بازاروں میں گھومنے کی اجازت نہ دیں اور باہر جاتے وقت ان کی حفاظت کا انتظام بھی کریں اس سے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا۔

● امریکہ کے مشہور باسکٹ بال کھلاڑی یوری بارنیس نے اسلام قبول کرلیا ہے' بارنیس پروفیشنل باسکٹ بال کھیلنے اسرائیل آیا ہوا تھا اس نے سیزن ختم ہونے کے بعد امریکہ واپس جانے سے پہلے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا' بارنیس نے اسلام قبول کرنے کی وجہ اپنے دوست اور ماہر نفسیات ڈاکٹر اسعد المصری کے وعظ کو قرار دیا' دونوں امریکہ میں ورجینیا یونیورسٹی میں ہم جماعت تھے' بارنیس کا اسلامی نام بلال رکھا گیا ہے واضح رہے کہ بارنیس کے قبول اسلام کی رسم جبل ابوغنیم کے سامنے فلسطینیوں کے ایک احتجاجی کیمپ میں ادا کی گئی۔ جبل ابوغنیم میں یہودیوں کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے منصوبے پر فلسطینی احتجاج کر رہے تھے۔

● عرب ملکوں کی معاشی ترقی اور انھیں اقتصادی شعبہ میں ایک دوسرے کے زیادہ قریب لانے کے لئے ایک مشترکہ منڈی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے یہ فیصلہ شام کے شہر لتاکیا میں مصر، شام اور خلیج کے چھ عرب ملکوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں کیا گیا۔

● ملیشیا کے پبلک سروس ڈپارٹمنٹ مینی "دی نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن" کے ایک ذمہ دار نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے ملیشیا کے انتظامی امور کو چلانے والے سول سروس کے ارکان کو دی جانے والی تربیت کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ ملیشیا میں ۲۰۰۰ء میں الکٹرانک گورنمنٹ ہوگی اس طرح دفاتر میں انقلاب برپا ہو جائے گا اور ہزاروں فائلیں سمٹ کر ایک اسکرین پر آجائیں گی۔

● یورپ میں رہنے والے زیادہ تر مسلمان بینکوں سے نہ تو قرض لیتے ہیں اور نہ ہی اپنی رقم ڈپازٹ کراتے ہیں کیونکہ وہاں بینک کاری نظام سود پر چلتا ہے جو اسلام میں حرام ہے' ایک خلیجی جریدے کے مطابق یورپی مسلمانوں کے پاس تقریباً ایک کھرب ڈالر موجود ہیں جس کے لئے وہ اسلامی نظام کے تحت سرمایہ کاری کرنے کے موقع کی تلاش میں ہیں اس سلسلے میں یونائٹڈ بینک آف کویت نے اس کام کو پورا کرنے کے لئے اسلامک انوسٹمنٹ بینکنگ یونٹ کے نام سے ادارہ قائم کیا ہے جس کی شاخیں برطانیہ میں بھی قائم کردی گئی ہیں اس ادارہ نے اسلامی طرز پہ کام شروع بھی کردیا ہے۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون نمبر: ۵ ۴۴۴ ۳۴

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹرز پرائیویٹ لمیٹڈ (قنوج)

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب :- "خطبات مغیثی" از مولانا منقاد احمد صاحب قاسمی الحسینی سائز ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۴۹۲، کاغذ، کتابت، طباعت سب عمدہ۔ قیمت مجلد ۱۰۰ روپیہ، ملنے کا پتہ :- مکتبہ جامعہ گلزار حسینیہ، اجراڑہ، ضلع میرٹھ (یو۔پی)۔

جناب مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی مفتی دارالعلوم دیوبند کتاب کی تقریظ میں فرماتے ہیں "اسی مجموعہ میں دینی مدارس کی تاریخ، تعلیم کی اہمیت، اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام، دینی مدارس کا تحفظ، سائنسی و صنعتی علوم اسلام کی نظر میں، جیسے بہت سے عنوانات پر مولانا کی مفکرانہ تقریروں کو جمع کر دیا ہے میں نے اسے سرسری طور پر دیکھا، ماشاء اللہ کافی مواد اکٹھا کر دیا ہے۔"

جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری فرماتے ہیں :-

"زیر نظر کتاب "خطبات مغیثی" مولانا عبداللہ صاحب مغیثی کا مفید و گرانقدر مجموعہ ہے جو علمی، تبلیغی اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہے اور جس کو آپ کے ایک مخصوص ترفرد جناب مولانا منقاد احمد صاحب قاسمی نے اپنی سعی بلیغ سے مرتب فرمایا ہے، جستہ جستہ مقامات کے مطالعے میں بھی محظوظ ہوا ہوں۔"

کتاب میں درج ذیل عناوین پر سلیس اور پرمغز تقریریں ہیں :-

آداب دعا، عظمت قرآن، حقیقت حج، فضائل مساجد، تاریخ دینی مدارس، تعلیم اسلام کی نظر میں، تحفظ دینی مدارس، ایفائے وعدہ، ماحول کے اثرات، اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام، سائنسی و صنعتی علوم اسلام کی نظر میں، مسلمانوں میں احساس بیداری کی ضرورت ہے، اسلام کے معاشرتی و سماجی اصول، قربانی ہی ترقی کا زینہ ہے، جلال و جمال، اہل اللہ کے مجاہدانہ کارنامے، اصلاح معاشرہ۔

کتاب تمام پڑھے لکھے حضرات میں دینی جذبہ پیدا کرنے اور ابھارنے میں حد درجہ مفید ہے۔ دینی علوم کے طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ اساتذہ اور واعظین کے لئے بھی اس میں خاصا مواد موجود ہے۔ آداب دعا کے ذیلی عنوان "دعا مرتبہ اور مقام کے مناسب مانگی جائے" کے تحت حضرت خواجہ باقی باللہ اور ان کے بھٹیارہ کا جو قصہ درج ہے جس میں حضرت خواجہؒ نے اپنے تصرف سے بھٹیارہ کو خواجہ کا جیسا بنا دیا تھا، اس قصہ کو کرامات اولیا کو حق مانتے ہوئے بھی ہر شخص ہضم نہیں کرسکتا، لہٰذا جس طرح بھٹیارہ اس تصرف کو برداشت نہ کرسکا اسی طرح ایسے قصوں کو برداشت نہ کرسکنے والوں کی رعایت میں نہ نقل کرنا ہی بہتر ہے۔

نام کتاب : "تحقیق سے تحریف تک"
تالیف : جناب مولانا انیس احمد فلاحی مدنی
سائز : ۲۲×۱۸/۸، صفحات: ۴ کور ۳۳۴
کتابت، طباعت، کاغذ : معیاری
قیمت : ۰ روپیہ
ملنے کا پتہ : حیات نو، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڈھ، یو۔پی

ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد سبحانی کی کتاب "حقیقت رجم" جو بقول جناب مولانا سلطان احمد صاحب اصلاحی کے "اقتباسات کا مجموعہ ہے" اور جس میں سزائے رجم کی حقیقت بیان کرنے کے بجائے اس کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بعض صحابہؓ کو بھی نہیں بخشا گیا ہے اس کتاب کے جواب میں متعدد کتابیں آچکی ہیں، ڈاکٹر رضی الاسلام کی کتاب بھی اس کا بہترین جواب ہے جس پر تعمیر حیات میں تبصرہ آچکا ہے۔ لیکن ضرورت تھی کہ جامعۃ الفلاح کے اندر سے اس کتاب کا جواب آئے، زیر تبصرہ کتاب اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے، جو درج ذیل چھ فصلوں پر منقسم ہے۔

مؤلف کے خود ساختہ اصولوں کی بے ثباتی، ازالۂ شبہات، اقوال و آثار کی توجیہ میں مؤلف کی سخن سازی، احادیث رجم پر اعتراضات کے جوابات، واقعات رجم پر اعتراضات کے جوابات، غلطی ہائے مضامین مت پوچھ۔

کتاب میں سبحانی صاحب کی تلبیسات کا بھرپور جائزہ بھی ہے اور مکمل جواب بھی ساتھ ہی مستشرقین کی جانب سے حقیقت رجم پر اٹھائے گئے بعض اعتراضات کا بھی اطمینان بخش جواب ہے کتاب پوری طرح ان ہی حضرات کے کام کی چیز ہے جنہوں نے سبحانی صاحب کی "حقیقت رجم" پڑھی ہے۔

کتاب ان حضرات کے لئے بھی مفید ہے جو دین سے متعلق معلومات چاہتے ہیں۔

—ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

نام کتاب :- اسلام کے آداب معاشرت
تالیف :- شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ :- مولانا عبید اللہ الاسعدی
صفحات :- ۹۶ ، سائز :- ۲۲×۱۸/۸
قیمت :- درج نہیں
ملنے کا پتہ :- مکتبہ رحمانیہ ہتھورا باندہ (یو۔پی)

اسلام کا بنیادی عنصر اور دعوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور یہ دعوت عمدہ اسلوب، حکمت و موعظت، خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ حسن آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے جب تحریر و تقریر اور قلم زبان کے ذریعہ دی جاتی ہے تو انسان پر بہت جلد اثر انداز ہوتی ہے، اور اس کو انسان بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔

در حقیقت اسلام نے آداب معاشرت کو اختیار کرنے کی خاص تعلیم و دعوت دی ہے، اور اسلامی آداب و فضائل پر عمل کرنے اور ان سے آراستہ ہونے سے ایک مسلمان کی زندگی خوبصورت بن جاتی ہے۔ یہ اسلامی ادب ایک انسان کے محاسن اور خوبیوں کو نکھارتا اور اجاگر کرتا ہے۔

پیش نظر کتاب "اسلام کے آداب معاشرت" ممتاز عالم دین اور محدث جلیل شیخ عبد الفتاح ابو غدہ شامی کی مشہور تالیف "من ادب الاسلام" کا ترجمہ ہے، جس کو مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب نے بہت خوبصورت انداز اور آسان اسلوب میں اردو زبان میں منتقل کر کے ایک بہترین کام انجام دیا ہے۔

اس کتاب میں پیدائش سے لے کر موت تک کے ضروری آداب کو اختصار کے ساتھ بڑے خوبصورت اسلوب میں بیان کیا گیا ہے مثلاً گھر میں رہنے اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے اور کھانے پینے کے آداب، والدین کا ادب اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور عیادت و تعزیت کے آداب کا بیان قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑے دلکش انداز میں کیا ہے، ایک جگہ شیخ فرماتے ہیں :-

اسلام کے آداب جو مردوں سے مطلوب ہیں اسی طرح عورتوں سے بھی مطلوب ہیں۔ اس لئے کہ مرد و عورت دونوں مل کر اسلامی معاشرہ کی تعمیر کرتے ہیں۔ اور اس کو وجود میں لاتے ہیں، اور دونوں ہی اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں، اور دونوں کے ذریعہ اسلام کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔

گھر اور معاشرہ میں اسلامی آداب کے فروغ و اشاعت کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے جس کا ہر گھر میں موجود رہنا ضروری ہے۔

—شمس الحق ندوی۔

"تقریر ضروریات و مرکبات دین" مؤلف محمد فیاض الدین صاحب بی۔ اے۔ مذکورہ عنوان پر ۴۰ صفحہ کے پمفلٹ میں دین کی ضروریات بیان ہوئی ہیں جس میں افراط و تفریط سے بچا گیا ہے۔ بعض لوگ صرف نماز روزہ ہی کو دین سمجھ بیٹھے ہیں، بعض لوگ نماز روزہ کو چھوڑ کر صرف اچھی معاشرت ہی کو دین سمجھ بیٹھے، اس پمفلٹ میں دین کی تمام ضروری چیزوں کو اپنانے اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

بعض جگہ غلطیاں ہیں، طباعت میں اہتمام نہیں کیا گیا پھر بھی کتاب بہت ہی مفید ہے۔ کتاب کی قیمت ۱۶ روپیہ ہے۔

ملنے کا پتہ :- محمد فیاض الدین، محلہ گوڑ گڑھ بہار شریف نالندہ۔

کتاب کا نام :- "ماحولیات" از پروفیسر ٹی۔ ایم امیر احمد صاحب، سائز :- ۲۲×۱۸/۸، صفحات مع کور ۱۸۴، قیمت :- ۵۷ روپیہ۔
ملنے کا پتہ :- ایس۔ زبیدہ بیگم، ۱۵/۸/۱۵ بی مین روڈ فورتھ بلاک، جے نگر۔ بنگلور۔ 560011

مصنف کتاب سائنس کے آدمی ہیں، موصوف بنگلور یونیورسٹی میں چیرمین ماحولیات رہ چکے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے ماحولیات اور اس کی آلودگیوں کا جائزہ لیا ہے۔ پانی کی آلودگی، فضائی آلودگی، زمین کی آلودگی، ماحول میں تیزابیت، شہروں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور آلودگی، شور و غل کی آلودگی، جنگلوں کا کٹنا اور اس کے نتائج، ماحول کے بچاؤ جیسے عناوین پر دس ابواب میں معلومات مہیا فرمائی ہیں۔ یہ معلومات ایک حساس آدمی کو ہلا دینے والی بھی ہیں اور ماحولیات کو آلودگیوں سے پاک رکھنے والوں کی معاون بھی، یہ کتاب جہاں سائنس کے طلبہ کی نالج میں مفید اضافہ کا باعث ہے وہیں شہروں سے آلودگیوں کو دور کرنے والی تنظیموں کی مددگار بھی ہے۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج۔
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، اکرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر : ۳۴۲۱۵۷۸ —

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س :- ایک شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

ج :- کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے تب بھی غسل دینا ضروری ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہیں ہے۔

س :- بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اذان کے وقت باتیں کرتے رہتے ہیں اذان کا جواب نہیں دیتے ان کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

ج :- شریعت مطہرہ میں اس کی سخت وعید آئی ہے اس سے احتراز لازمی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان کے وقت بات چیت کرے تو اس کے ایمان کے زوال کا خوف ہے۔

س :- ایک مقروض نے کوئی چیز قرض خواہ کے پاس بطور رھن رکھی تو اس کی زکوٰۃ کس پر ہوگی؟

ج :- گروی (رھن) رکھی ہوئی چیز کی زکوٰۃ مقروض پر ہوگی نہ کہ قرض خواہ پر۔

س :- کیا بیوی کے زیورات کی زکاۃ شوہر پر نکالنا لازم ہے یا بیوی ہی اس کی ذمہ دار ہے؟

ج :- اگر زیورات کی مالک بیوی ہے تو زکوٰۃ کا نکالنا اسی پر فرض ہوگا۔ نہیں نکالے گی تو وہ گنہگار ہوگی۔ البتہ اگر شوہر بیوی کی طرف سے بتا کر نکال دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

س :- گوشت بغیر دھوئے پکا کر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :- گوشت بغیر دھوئے پکا کر کھانا درست ہے، دھونا ضروری نہیں ہے۔ دم مسفوح کے علاوہ گوشت میں بقیہ ماندہ خون پاک ہے۔

س :- ایک شخص اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے اور کلمۂ طیبہ پڑھتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا اور دوسرے اسلام کے فرائض کا بھی تارک ہے تو ایسا شخص نجات پائے گا یا نہیں؟

ج :- نماز چھوڑنا اور دیگر فرائض کا تارک ہونا سنگین گناہ ہے، نماز چھوڑنے والے کے لیے قرآن اور حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں ایسا شخص عند اللہ ماخوذ ہوگا لیکن اس کے باوجود اگر ایسے شخص کا عقیدہ درست ہے تو وہ سزا پانے کے بعد آخر کار جنت میں جائے گا۔

س :- ایک شخص سچے دل سے توبہ کرتا ہے لیکن اس پر حقوق العباد ہیں تو کیا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے؟

ج :- سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں البتہ حقوق العباد کو ادا کرنا ہوگا۔ اگر حق مالی ہے تو ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر غیر مالی ہے مثلاً کسی کی غیبت کی ہے، کسی کو برا بھلا کہا ہے تو اس کی زندگی میں اس سے معاف کرا لے۔

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام
طہورا سوئیٹس
جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں
اسپیشل مٹھائیاں
• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ برفی • انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی • ملائی مینگو، پائنا پل حلوہ • دودھی حلوہ • گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں۔
۳۵/۲۲۵، بلاسس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر :- ۳۰۸۴۷۷۳-۳۰۹۱۳۱۸

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
NOTE BOOK
حرمین
اردو کاپی
:- ملنے کا پتہ :-
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی گلی کٹرہ بزن بیگ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر : ۲۱۷۹۵۶ —

مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء میں

مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا جلسۂ تعزیت

سید جاوید احمد ندوی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

آج بروز شنبہ مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ کو مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء کے اندر حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال پر تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ کے اندر دار العلوم کے تمام اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بھی موجود تھے۔

جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک قاری محمد ریاض صاحب استاد قرأت دار العلوم ندوۃ العلماء نے کی جو مولانا صدیق صاحبؒ کے عزیز ترین شاگردوں میں ہیں۔ اس کے بعد مہتمم صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور آپ کی خصوصیات پر مختصر مگر جامع روشنی ڈالی اور بتلایا کہ حضرت قاری صاحب کی وفات امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے آپ کے ذریعہ امت پر اللہ رب العزت کی طرف سے فیوض و برکات کا جو نزول ہو رہا تھا امت کو آپ کی ذات سے جو تقویت پہونچ رہی تھی اور اصلاح و تربیت کی جس دولت سے لوگ مستفید ہو رہے تھے لیکن یک یہ دولت چھن گئی۔ آپ نے فرمایا کہ قاری صاحب جس پائے کے عالم بے نفس اور بزرگ تھے اس کی مثالیں خال خال ہی دیکھنے کو ملتی ہیں آپ کے اندر کسر نفسی، اپنے سارے اعمال کے ذریعہ رضائے الٰہی کی طلب، عبادت و ریاضت اور زہد و قناعت کی متعدد ایسی صفات جمع ہو گئی تھیں، جو عام طور سے علماء میں بھی کم ہوتی ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ایمان کا ایک احساس ہوتا تھا آپ کی وفات سے سبھوں کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ایک برکت کا نزول ہو رہا تھا جو یکایک رک گئی۔ حضرت مہتمم صاحب نے اخیر میں یہ بھی فرمایا کہ آپ ندوہ کے مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے آپ کا ندوے کے اوپر حق تھا۔ اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور حضرت مولانا دامت برکاتہم بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے دل میں ان کا بڑا احترام تھا۔

حضرت مہتمم صاحب کے بعد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء نے قرآن کریم کی ایک آیت: "وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ" سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا کہ جس ہستی کو یاد کرنے اور جس سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اس لیے مجھے یہ آیت القاء ہوئی کہ اور مسجد آتے ہوئے بر وقت میرے ذہن میں یہ آیت گردش کرنے لگی یہ آیت حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین تعریف بھی ہے۔ اور ہم لوگوں کے لیے سبق بھی، اس آیت کے جزو "ربانیین" کے ذیل میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ لیکن اللہ نے اپنے تمام صفاتی نام میں سے اس لفظ یعنی رب کا انتخاب کیا ہے، یہ بہت ہی توجہ طلب، معانی خیز اور چشم کشا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا تعلق اور رشتہ خدا کی ذات سے ہو۔ اخلاص اور للّٰہیت ہمارے اندر ہو، ایمان و احتساب کی دولت سے ہم مالا مال ہوں، اسی کے ساتھ تربیتی صلاحیت بھی ہمارے اندر ہو، اصلاح و تبلیغ کا بھی جذبہ ہو اور یہ سب باتیں کم از کم میرے علم کے مطابق قاری صاحب کے اندر موجود تھیں، آپ نے فرمایا کہ شروع میں تو مظاہر علوم سے فراغت کے بعد حضرت قاری صاحب فتح پور میں تدریسی تعلیمی کام انجام دیتے رہے، لیکن پھر بعد میں بعض مصلحتوں کے پیش نظر اپنے وطن باندہ کو خدمت دین کے لیے منتخب کر لیا، چنانچہ آپ نے تدریسی تعلیمی، دعوتی، اصلاحی، اور تبلیغی ہر لائن میں اپنے کو پیش پیش رکھا، اور سچ تو یہ ہے کہ مدارس کی ذمہ داری بھی ہے کہ جس کی آئینہ دار آپ کی ذات تھی۔ اسی ذیل میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ مدارس جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتے، جو مدرسے جزیرہ بنے وہ ڈوب گئے۔ بلکہ مدارس کا تعلق دنیا سے پورے طور پر ہونا چاہیے، پھر فرمایا کہ خدمت دین اور اصلاح و تربیت کا ایسا جذبہ آپ کے سینے میں تھا، کہ اس کے لیے اپنی صحت کو صحت نہیں سمجھتے تھے، پوری جانفشانی اور قربانی کے ساتھ اس میں مشغول رہتے، یہاں تک کہ بعض مرتبہ ہم نے اپنے خاص تعلقات کی بنیاد پر اور آپ کے ہمارے خاندان اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے جو قلبی روابط تھے اس کی بنیاد پر انہیں پیغام بھیجا کہ آپ اتنی

(باقی صـ۱۲ پر)

(بقیہ) درس حدیث

اس لیے کہ کافر اللہ کا دشمن ہے اور دشمن کو کوئی بھی ایسی چیز جو کچھ بھی قیمت رکھتی ہو نہیں دی جاتی۔ دنیا کی لذیذ زندگی اور اس کی پرکشش خوبصورتی بندۂ مومن کو فریفتہ کر لیتی ہے اور دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی ہمسری کرنے کے لیے دنیا کی طرف کھنچتا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تربیت کے لیے نظر آنے والے اور سنائی دینے والے وسائل سے بھی کام لیتے تھے تاکہ مومنین کو زندگی کی لذتوں کی طرف مائل ہونے سے روک سکیں، چنانچہ مستورد بن شداد سے مروی ہے کہ میں اس جماعت کے ساتھ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکری کے مردار بچے کے پاس رکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دیکھ رہے ہو یہ مردار بکری بکری والوں کی نظر میں بے قیمت تھی جبھی اس کو پھینک دیا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول اس کے بے قیمت ہونے ہی کی وجہ سے ان لوگوں نے اس کو یہاں ڈال دیا ہے، تب آپ نے فرمایا: دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی گھٹیا ہے جتنی یہ مردار بکری بکری والوں کے نزدیک۔

یہ بڑا موثر و مبارک انداز تربیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں صحابۂ کرام بھی آپ کے ہمرکاب ہیں آپ زمین پر پھینکی ہوئی ایک مردار بکری کے پاس ان کو روک لیتے ہیں پھر اس بدبودار منظر کی طرف ان کو متوجہ کر کے ان کے اندرونی احساسات کو ابھارتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: تم دیکھ رہے ہو جب یہ بکری اپنے مالکوں کی نظر میں بے قیمت ہو گئی تبھی تو اس کو یہاں ڈالا ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا، اللہ کے رسول! سچ ہے جب یہ کسی کام کی نہ رہی جبھی اس کو پھینکا ہے۔ اس حسی اور مشاہد منظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ فرماتے ہوئے ان کو ایک تربیتی سبق دیتے ہیں کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بے قیمت ہے جتنی یہ مردار بکری، اپنے مالک کے نزدیک۔

یہ نبوی طرز تربیت انسان کی زندگی میں اعتدال و توازن پیدا کرتا ہے اور طبعی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ جس میں محرومی کا فطری سادہ زندگی کی اقدار کو پامال کیا جاتا ہے، روحانی ترقی کے حصول کی قوت عطا کرتا ہے۔

یہ تربیتی مواقع مکرر پیش آتے رہتے ہیں الفاظ کبھی سخت ہوتے ہیں کبھی نرم۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "الدنيا ملعونة ملعون ما فيها الا ذكر الله وما والاه وعالم ومتعلم"۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے متعلق چیزیں، عالم اور متعلم کے علاوہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے[1]

تربیت کے معانی اور دنیا کی طرف بندۂ مومن کی نظر کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل کے ارشاد سے ہوتی ہے: میں تین باتوں کی قسم کھاتا ہوں! تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو، فرمایا: صدقہ کرنے سے کسی بندہ کا مال کم نہیں ہوتا" یہ موقع انسانی نفس و مزاج اور آدمی کے اندرونی احساسات کے سمجھنے اور اس کی روشنی میں بات کرنے کا متقاضی ہے اس لیے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح سرایت کیے رہتا اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈراتا رہتا ہے کہ تمہارا مال ختم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء والله يعدكم مغفرة منه وفضلا والله واسع عليم (البقرة - ۲۶۸)

(اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب جاننے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف اشارہ فرماتے ہیں "صدقے سے کسی بندہ کا مال کم نہیں ہوتا جس بندہ پر کوئی ظلم ہوتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے، یہ ظلم دنیا طلبی ہی کے سبب ہوتا ہے اور دنیا کی محبت ہی کے سبب سوال کا دروازہ کھلتا ہے اور اس پر اصرار ہوتا ہے۔ اس نفسانی بیماری کو دور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگاہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دے گا یا اسی جیسا لفظ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی محبت اور اس میں غرق ہونے کے مرض کا علاج بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دنیا کے بارے میں بندۂ مومن کا حال چار صورتوں سے خالی نہیں، فرمایا دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، سب سے بہتر حال اس بندہ کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم (یعنی نفع بخش دینی علم) دونوں دیا ہے وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یعنی مال کو صحیح مصرف میں لگانے اور علم سے صحیح فائدہ اٹھانے کی فکر کرتا ہے احتیاط و تقویٰ سے کام لیتا ہے ان دونوں نعمتوں کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے مال کی ضرورت ہو تو اس سے فائدہ پہونچاتا ہے۔ اور منصب جاہ کا اثر و رسوخ ہو تو علمی وقار سے فائدہ پہونچاتا ہے اللہ کا حق جاننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لیے مال کو وقف کرتا ہے علم کو خرچ کرتا ہے، مسئلہ بتاتا ہے جس بندہ کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں اس کا اللہ کے یہاں بہترین مرتبہ ہے[2] اسی طرح آپ نے چند جملوں کے اندر نہایت بلیغ عبارت میں اس دنیا کے ساتھ بندۂ مومن کے معاملہ کو واضح فرما دیا کہ وہ

---

[1] تحفۃ الاحوذی

[2] تحفۃ الاحوذی جلد - ۶

دنیا کو آخرت کی کھیتی بنائے جس سے اس کو دنیا وآخرت دونوں کا فائدہ حاصل ہو، دین کی خدمت کرے، علماء کا اکرام کرے، ضرورتمندوں اور محتاجوں کی مدد کرے، عزیزوں اور پڑوسیوں سے محبت کا اظہار کرے عالم اسلام کے مسائل کے حل میں دلچسپی لے مسلمانوں اور ضرورتمندوں کی مصیبت دور کرے اپنے مال کو اعتدال و دانشمندی کے ساتھ خرچ کرے، مال کو شرعی اصولوں اور قرآنی احکامات کی روشنی میں خرچ کرے، اس کا مال اطاعت خداوندی میں معین بنے، اور ثواب کمانے کا وسیلہ ثابت ہو، مسلمان کی مالداری حضرت عثمانؓ بن عفان کی مالداری کی طرح ہو، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے مال کی طرح ہو، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال وثروت کی طرح ہو۔ مؤمن کی دوسری قسم (وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے لیکن مال سے محروم رکھا ہے) ہے علم سے مراد ظاہر ہے دینی علم ہے جو نافع ہو (علماً نافعاً) اس کو مال کی نعمت نہیں حاصل، کہ عزیزوں پر خرچ کرے، مال والے شخص کی طرح اللہ کی راہ میں دے، یہ علماء دینی داعیوں اور مصنفین کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی دولت سے نوازا ہے اور ان پر احسان فرمایا ہے ان کی راتیں کتابوں کے مطالعہ میں گذرتی ہیں، اور وہ علم کے چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور ہر طرح معلومات کے حصول میں مشغول رہتے ہیں ان کو دنیا کمانے کا موقع نہیں مل پاتا۔ لیکن دل میں ضرورتمندوں اور محتاجوں کی خدمت کا شوق وجذبہ رہتا ہے۔ آرزومند رہتے ہیں کہ مال ہو تو ان پر خرچ کریں وہ مسلمانوں کی مصیبت دور کرنے میں حصہ لینے کے لیے بےچین رہتے ہیں۔ ان کو اس نیت اور ثواب کی آرزو کا صلہ ملے گا جو پہلی قسم کے لوگوں سے کم نہ ہوگا۔

تیسری قسم اس بندہ کی ہے جس کو مال کی نعمت تو حاصل ہے لیکن علم سے محروم ہے لہٰذا لاعلمی کے سبب مال کو جا وبےجا خرچ کرتا ہے اس میں ذرا بھی خوف خدا نہیں ہوتا، یا اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ قاریؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ علم نہ ہونے کی وجہ دنیا کی محبت وحرص میں مال کو خرچ نہیں کرتا بخل کرتا ہے۔ خرچ کرتا ہے تو شہرت و ناموری کے لیے یا محض دکھاوے اور اپنی بڑائی دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے، مال کے حصول وخرچ دونوں میں اس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا،

مال کی لالچ، بخل اور حرص کی وجہ سے عزیزوں اور رشتہ داروں پر نہیں خرچ کرتا کہ نہ اس میں رحم کا مادہ ہوتا ہے نہ حلم وبردباری ہوتی ہے، اپنے مال کے اندر کسی اور کا حق ہی نہیں سمجھتا ہے، مشکوٰۃ میں ہے (لا یعمل فیہ بحق) یعنی مالی حق وفریضہ کو ادا ہی نہیں کرتا۔ ملا علی قاری تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا یا بندوں سے جو بھی حقوق متعلق ہیں ان کو نہیں ادا کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین، حقیر وگھٹیا ترین درجہ ہے۔

مال کی یہ قسم اور دنیا کا اس طرح حاصل ہونا بندۂ مؤمن کے لیے امتحان وآزمائش ہے، اور منافق کے بے راہ ہو جانے اور دوسروں کے فساد وبگاڑ کا سبب ہے۔ بقول شاعر ؎

إن الفراغ والمال والجدة
مفسدة للمرء اى مفسدة

فرصت مال اور منصب ووجاہت آدمی کے بگاڑ کا سبب ہے بگاڑ بھی آخری درجہ کا۔

چوتھی قسم وہ ہے کہ نہ اس کو مال ہی حاصل ہے نہ علم ہی اور وہ آرزو یہ کرتا ہے کہ ہم کو مال ملتا تو فلاں شخص کی طرح عیاشی وبدمستی (یعنی برے کاموں) میں خرچ کرتا یعنی وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ مال ملے تو لذت کوشی میں لگا رہے اور اخلاقی اقدار سے دور رہے، نافرمانوں سے تعلق ومحبت رکھے، بروں کے ساتھ رہے فساد وبگاڑ پھیلانے والوں کا ساتھ دے انہیں میں شامل ہو جائے، انہیں کے نقش قدم پر چلے، انہیں سے ملاپ رکھے اور سب کچھ بے لگام ہو کر علی الاعلان کرے، ایسا شخص قیامت کے دن ان برے لوگوں ہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ حدیث مذکور بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے، اس کے ساتھ اس کی نیت ہی کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ ان دونوں کو گناہ یکساں ہوگا۔

حدیث کا فقہی پہلو۔

۱۔ مال دار بندۂ مؤمن کے فرائض میں سے ہے کہ اپنے مال کے ذریعہ عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاون اور حسن وسلوک کرے مال دے اور علم سکھائے، اچھے کاموں میں مال کو خرچ کرے مثلاً اسپتال بنوائے، مدرسے قائم کرے، مسجدیں بنوائے، کنویں کھدوائے، یتیم خانے قائم کرے۔

۲۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کے لیے مالداری کی تمنا کرنا اور مال کمانے اور بڑھانے کے لیے کوشش کرنا جائز ہے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے،

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے محبت دنیا کم کرنے اور اسلامی طرز زندگی کے اندر خرچ اور کمائی دونوں میں اعتدال ومیانہ روی کا سبق ملتا ہے حدیث بتاتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دے اور اس کو اللہ کے فیصلہ پر چھوڑ دے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال جو بھی پسند فرمایا اس پر راضی وخوش رہے تو یقینی طور پر وہ دنیا وآخرت دونوں جہاں کی بہتری سے محروم نہ رہے گا بلکہ اس کو بہترین درجہ حاصل ہوگا۔ (باقی صـ۱۲ پر)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

تکمیل کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ درکار

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے جب کہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مزید اقامت گاہوں کی ضرورت تو ہے ہی بڑھتے ہوئے عملہ کے لئے اولین فرصت میں کوارٹر بنوانے کی شدید وفوری ضرورت ہے جس کے لئے زمین حاصل کرلی گئی ہے لیکن تعمیر رکی ہوئی ہے جو اہل خیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہے خاص طور سے معہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کا قیام دارالعلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اقامت گاہ اور اسٹاف کوارٹرس کی شدید ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد وحساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ط جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی (RETD)
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ:۔ چک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے۔ چک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:۔
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔
NAZIM. NADWATUL ULAMA. LUCKNOW. U.P.